۱۵/۹
۷۵۴

اورنگ زیب عالمگیر

پر

ایک نظر

مولفہ

شمس العلما مولنا شبلی نعمانی

رحمۃ اللہ علیہ

بصحت تامہ

منشی قربان علی کے شاہجہانی پریس دہلی میں طبع ہوئی

دیگر تصانیف حضرت مولانا شبلی نعمانی رح

سیرۃ النعمان۔ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی سوانحعمری حصہ اول و دوم مؤلفہ شمس العلماء حضرت مولانا شبلی نعمانی مرحوم۔ اس کتاب کے پہلے حصہ میں امام ابو حنیفہ کا نام و نسب ولادت و سن رشد تعلیم و تربیت۔ شیوخ حدیث۔ درس و افتاء۔ بقیہ زندگی اور دربار کے تعلقات۔ وفات۔ عام اخلاق و عادات مناظرات و فتاوی۔ ذہانت۔ طباعی۔ اس قسم کے حالات نہایت تفصیل سے مذکور ہیں۔ دوسرے حصہ میں اصول اور مسائل سے جو علم کلام اور فن حدیث سے متعلق ہیں تفصیلی بحث ہے اور واقعات و اسانید کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ فن حدیث میں انکا کیا پایہ تھا۔ خاتمہ میں امام صاحب کے نامور اور ممتاز شاگردوں کے مختصر حالات ہیں لکھائی نہایت واضح چھپائی بہت صاف کاغذ سفید اور دبیز۔ **قیمت** ایک روپیہ آٹھ آنے۔ علاوہ محصول ڈاک

المامون۔ یعنی نامور فرمانروایان اسلام کا پہلا اور دوسرا حصہ مؤلفہ شمس العلماء حضرت مولانا شبلی نعمانی رحمۃ اللہ علیہ۔ اس کتاب کے دو حصے ہیں پہلے حصہ میں تمہید۔ تربیت۔ خلافت مامون رشید کی ولادت تعلیم و تربیت۔ ولیعہدی۔ تخت نشینی۔ خانہ جنگیاں۔ فتوحات ملکی اور وفات کے حالات ہیں۔ دوسرے حصہ میں ان مراتب کی تفصیل درج ہے جن سے اس عہد کے ملکی حالات اور مامون رشید کے تمام اخلاق و عادات کا اندازہ ہو سکتا ہے ان تمام کارناموں کی تفصیل ہے جنکی وجہ سے مامون رشید کا عہد عموماً شاہان اسلام کے عہد سے علمی حیثیت میں ممتاز تسلیم کیا گیا ہے۔ **قیمت** ایک روپیہ آٹھ آنے۔ علاوہ محصولڈاک

الفاروق۔ مولانا صاحب موصوف الصدر نے برسوں کی جانکاہی اور محنت سے حضرت عمر فاروق رض کے حالات میں یہ ضخیم کتاب لکھی ہے جسکے لئے انہوں نے ممالک عثمانیہ اور مصر کا سفر کیا اور بیشمار تاریخوں کی ورق گردانی کے بعد تیار کی قیمت تین روپے

الغزالی۔ یعنی امام غزالی علیہ الرحمۃ کی سوانحعمری مصنفہ شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی رح۔ قیمت بلاجلد ایک روپیہ آٹھ آنے۔ علاوہ محصولڈاک

مجموعہ نظم شبلی معہ مختصر سوانحعمری۔ نہایت خوشخط۔ دبیز کاغذ۔ قیمت آٹھ آنے۔ علاوہ محصول

ملنے کا پتہ۔ منشی قربان علی شاہجہانی پریس۔ کٹرہ گوکل شاہ دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اورنگ زیب عالمگیر

سلسلہ تاریخی کا یہ ایک راز ہے کہ جو واقعات جس قدر زیادہ شہرت پکڑتے جاتے ہیں اسی قدر انکی صحت زیادہ مشتبہ ہوتی ہے۔ دیوار قہقہہ، چاہ بابل، آب حیواں، مار ضحاک، جام جم سب ٹھیکر کسی واقعہ نے شہرتِ عام کی سند حاصل کی ہے لیکن کیا ان میں ایک بھی اصلیت سے کچھ علاقہ رکھتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکثر واقعات کسی خاص وقتی سبب سے شہرت کے منظر پر آجاتے ہیں۔ پھر عام تقلید کے اثر سے جو خاصۂ انسانی ہے شہرتِ عام کی بنا پر لوگ اسپر یقین کرتے چلے جاتے ہیں اور کسی کو تنقید اور تحقیق کا خیال تک نہیں آتا۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ وہ مسلمات عامہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کی نسبت کتبخانہ اسکندریہ کے جلانیکا حکم کسی بدنیت عیسائی نے دل سے گھڑ کر منسوب کیا یہ زمانہ وہ تھا کہ صلیبی لڑائیاں جاری تھیں اور عیسائی مسلمانوں سے نفرت دلانے کے لئے طرح طرح کی تدبیر اختیار کرتے تھے اس واقعہ کا کانوں میں پڑنا تھا کہ گویا خدا کا خاص قاصد آکر ایک ایک کے کان میں وحی پھونک گیا۔ بچے جوان بڈھے، جاہل، عالم، رذیل، شریف، نیک، بد سب یہی راگ گانے لگے۔ رفتہ رفتہ تقریر، تحریر، ضرب المثل، تلمیحات، افسانہ کوئی چیز اس سے خالی نہیں رہی لیکن بالآخر تحقیق کی عدالت نے فیصلہ کیا ع عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ۔

عالمگیر کی بدنامی کا قصہ بھی واقعہ مذکورہ سے کچھ کم نہیں اسکی فرد قرارداد جرم اتنی لمبی ہے کہ شاید ہی مرم کی ہوگی۔ باپ کو قید کیا۔ بھائیوں کو قتل کرایا۔ دکن کی اسلامی ریاستیں مٹا دیں۔ ہندوؤں کو ستایا۔ تبخانے ڈھائے۔ مرہٹوں کو چھیڑ کر تیموری سلطنت کے ارکان متزلزل کر دیے

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

لیکن اور تمام باتوں سے قطع نظر کرکے پہلے یہ دیکھنا چاہئے کہ اسی خاندان میں عادل سے عادل بادشاہ پر قریب یہی فردِ قرارِ دادِ جرم عائد ہوسکتی ہے یا نہیں۔ باپ سے بغاوت کی۔ بھائیوں اور بھتیجوں کو قتل کرایا۔ دکن کی اسلامی ریاست نظام شاہیہ تباہی۔ ایک سال کے اندر (۶۵) بت خانے منہدم کرادیئے اور ہمیشہ اسپر فخر کرتا رہا یہ کون؟ صاحبقران ثانی شاہ جہاں۔ ہم اس اصول سے بے خبر نہیں کہ ایک شخص کے بُرے ثابت ہونے سے دوسرا شخص اچھا نہیں ہوسکتا۔ شاہ جہاں پر اگر الزام ثابت ہو تو اس سے عالمگیر کی برأت نہیں ہوسکتی۔ لیکن آخر یہ مسئلہ غور کے قابل ہے کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ شاہ جہاں کے الزامات کی کسی کو کانوں کان خبر نہیں اور عالمگیر کے وہی الزامات افسانۂ بزم و انجمن ہیں

طالعِ شہرتِ رسوائیِ مجنوں ششِ ست   ورنہ طشتِ من و او ہر دو بیک بام فتاد

اس عقیدہ کا حل کرنا اگرچہ ایک تاریخی فرض ہے۔ لیکن اس سے ایک قومی تفریق کو تحریک ہوتی ہے۔ اس لئے ہم اسکو قلم انداز کرتے ہیں۔ عالمگیر کی فردِ قرارِ دادِ جرم میں سب سے بڑا نمایاں واقعہ حیدر آباد کا استیصال ہے۔ یہ واقعہ مختلف حیثیتوں سے اہمیت رکھتا ہے

(۱) سیاستِ حیدر آباد ایک شیعہ ریاست تھی اس لئے اسکی بربادی کے قصد سے عالمگیر کا سخت

سلہ شاہ جہاں کا بھائی شہریار اور اس کے بھتیجے طہمورث و ہوشنگ (پسران دانیال) خود شاہ جہاں کے حکم سے قتل کئے گئے۔ چنانچہ ان کے قتل کے لئے شاہ جہاں نے دستِ خاص سے جو فرمان لکھ کر بھیجا تھا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ دریں ہنگام کہ آسمان آشوب طلب و زمین فتنہ جو است اگر داور بخش پسر خورد و برادر و شہریار و پسران شاہزادہ دانیال را آوارۂ صحرائے عدم ساختہ۔ دولتخواہان از توزع خاطر و شورش دل فارغ سازند بصلاح و صوابدید قرین تر خواہد بود (خاتمہ تزک جہانگیری مطبوعہ علیگڈھ صفحہ (۳۵۴) چنانچہ ۱۲ جمادی الاولی ۱۰۳۷ھ کو اس حکم کی پوری تعمیل ہوئی اور بقول مورخ جہانگیری گلشن ہستی ان کا خس و خاشاک سے پاک کردیا گیا۔

سلہ اس واقعہ کو عبد الحمید لاہوری نے جو شاہ جہاں کے دربار کا مورخ تھا شاہجہاں نامہ میں بیان کیا ہے

مذہبی تعصب ثابت ہوتا ہے۔

(۲) حیدرآباد کے مٹنے سے مرہٹوں کی قوت بڑھ گئی۔ اس لئے پولیٹکل جرم بھی ہے اس بناپر ہم سب سے پہلے اس واقعہ کی تحقیق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

دکن میں (۵) ریاستیں قائم تھیں۔گولکنڈہ۔بیجاپور۔خاندیس۔برار۔احمدنگر۔یہ ریاستیں باہم لڑتی بھڑتی رہتی تھیں جسکی وجہ سے یہ نوبت پہنچی تھی کہ جب علی عادل شاہ نے حسین نظام شاہ سے تنگ آکر۔رام راج کو مدد کے لئے بلایا تو گو شرط یہ تھی کہ ہندو مسلمانوں کے جان ومال سے متعرض ہوں گے۔تاہم ہندؤں نے احمدنگر میں آکر جو برتاؤ کیا اُسکو فرشتہ ان الفاظ میں لکھتا ہے

درمساجد فرود آمده بت پرستی می کردند۔ساز نواختہ سرود می گفتند عدالت پناه

از استماع این جزدل گیر شده چوں منع را قدرت نداشت۔

ان خانہ جنگیوں کی بدولت تیموریوں کو مداخلت کا موقع ملا اور سب سے پہلے اکبر نے بعض ریاستوں پر قبضہ کیا جہانگیر اور شاہ جہاں چاہتے تھے کہ ان ریاستوں سے دوستانہ تعلقات قائم کرنے پر اکتفا کیا جائے۔لیکن یہ ابن الوقت مجبوری کے وقت مطیع ہوجاتے تھے اور پھر موقع پاکر دشمن بنجاتے تھے۔ان کا استیصال کر کے یہ ریاستیں سلطنت تیموری میں شامل کردی گئیں۔

عالمگیر جب تخت حکومت پر بیٹھا تو صرف دو سلطنتیں حیدرآباد اور بیجاپور باقی رہگئیں۔

اسی اثنا میں سیواجی کے باپ ساہو نے سر اٹھایا۔ساہو اور سیواجی کی مفصل داستان اسی مضمون کے دوسرے حصہ میں آئے گی۔

یہاں سلسلۂ کلام کے لحاظ سے اسقدر یاد رکھنا چاہئے کہ عادل شاہ والی بیجاپور نے پونہ اور سوپہ دو صوبے ساہو کو جاگیر میں دیدئے تھے۔سیواجی نے ان علاقوں میں بہت سے قلعے بنوائے۔عادل شاہ تو بیمار ہوکر مر گیا اس کے زمانہ علالت میں سیواجی نے اپنے حدود اور زیادہ وسیع کر کے چالیس قلعے تیار کئے۔عادل شاہ کا کوئی وارث شرعی نہ تھا۔درباریوں نے سکندر نام ایک مجہول النسب لڑکے کو اس کا وارث قرار دے کر تخت سلطنت پر بٹھایا

وہ جب بالغ ہوا تو اس نے افضل خاں کو سیواجی کے مقابلہ کے لئے بھیجا جس کو سیواجی نے دھوکے سے قتل کر ڈالا۔ یہی سکندر تھا جو عالمگیر کا معاصر و ہمزبان تھا۔

سیواجی نے چند روز کے بعد انتقال کیا۔ اور اس کا بیٹا سبھاجی جانشین ہوا۔ سکندر نے اپنی کمزوری۔ یا تیموریہ کی قدیم خاندانی عداوت سے اس سے سازش کرلی تھی اور عالمگیر کے مقابلہ میں اسکو مدد دیتا رہا۔ عالمگیر نے بار بار اسپر تنبیہ کیا اور ترغیب و ترہیب ہر طرح کی تدبیریں اختیار کیں سکندر کو کچھ احساس نہوا خافی خان اس واقعہ کے متعلق لکھتا ہے

چوں از فساد و نفاقِ بیجاپور یعنی سکندر والی و وارث ملک ہم بود۔ معہذا با غنیم رفاقت می نمود متواتر بعرض رسید و مکرر فرمان نصیحت آمیز از راہ تہدید و وعدہ و عید صادر گردید فائدہ نہ بخشید۔

مجبوراً عالمگیر نے بیجاپور کو فتح کرکے ممالک محروسہ میں شامل کرلیا۔ لیکن سکندر سے نہایت عزت و احترام کا برتاؤ کیا سکندر خان کا خطاب دیا خلعت خاص مع تلوار کو جس کے پرتلے پر موتی ٹکے ہوئے تھے۔ پھول کٹارہ مع مالائے مروارید جس میں مرد آویزاں تھا کلغی مرصع اور ہاتھی مرصع عنایت کیا اس کے ساتھ حکم دیا کہ خاص خیمہ شاہی کے پہلو میں اسکا خیمہ نصب کیا جائے اور ہر قسم کی ضروریات خزانہ شاہی سے مہیا کی جائیں۔ چنانچہ یہ پوری تفصیل عالمگیر نامہ تصنیف مستعد خان ساقی میں مذکور ہے

حیدرآباد کا فرماں روا عالمگیر کے زمانہ میں ابوالحسن شاہ تھا جو عوام میں تاناشاہ کے نام سے مشہور ہے۔ قطب شاہ جو اس سے پہلے حیدرآباد کا فرماں روا تھا اُس نے جب وفات کی تو اولاد ذکور نہ تھی۔ نہ کوئی قریب عزیز تھا۔ مجبوراً ابوالحسن کو جو دور کا واسطہ رکھتا تھا۔ تخت نشین کیا۔ ابوالحسن بچپن سے قلندروں کے ساتھ آوارہ پھرتا رہا تھا اس لئے تخت نشینی کے بعد بھی یہ شان قائم رہی۔ صاحب مآثرالامرا اگرچہ اس کا اس قدر طرفدار ہے کہ حیدرآباد کی فتح کا جہاں ذکر آتا ہے اس کا دل بے اختیار ہو جاتا ہے۔ تاہم اس کے حال میں لکھتا ہے۔

ابوالحسن والی تلنگ کہ از غایت انہماک در عیش و عشرت گاہے در پانزدہ سالہ حکومت خویش از شہر حیدر آباد غیر از مسافت یک کردہ ۔ محمد نگر ۔ گلکنڈہ سفر گزیں نشدہ بود و سواری ہر روزہ بر ود دشوار بود (مآثر الامرا) جلد اوّل

ابوالحسن کی عیش پرستی نے تمام ریاست کو اس رنگ میں رنگ دیا اور ہر طرف علانیہ بدمعاشی اور شراب خواری پھیل گئی خافی خاں لکھتا ہے ۔

از اں کہ ابوالحسن قطب الملک فرماں روائے حیدر آباد با فعال قبیح از بیرون ملک یہ مادنا واکنا کہ برد و کافر شدید العداوت بودند و سختی ظلم زیادہ بر مسلمانان علانیہ می گذشت دفسق و فجور علانیہ از رواج مسکرات و لہو و لعب زیادہ بعرض رسید ۔

ابوالحسن کو جس نے سلطنت دلائی تھی وہ سید مظفر نام ایک اولوالعزم امیر تھا ۔ لیکن ابوالحسن نے اس کو معزول کر کے مادنا نام ایک برہمن کو وزارت کے عہدے پر مامور کیا اور حکومت اور سلطنت کے تمام اختیارات اس کو دیدیئے ۔ اس کے تسلط و اقتدار کی یہ نوبت پہنچی کہ ابوالحسن کے سپہ سالار نے جس کا نام ابراہیم خلیل اللہ خاں تھا اور بڑی سطوت اور اقتدار کا آدمی تھا اپنے نگینہ پر یہ شعر کندہ کرایا تھا ؎

از التفات پادشاہ پنڈت روشن رواں ۔۔۔ گشت ابراہیم سرلشکر خلیل اللہ خاں

(یعنی ادنا)

مادنا کے تسلط و اقتدار کے متعلق صاحب مآثر الامرا لکھتا ہے ۔

رتق و فتق امور ملکی و مالی باقتدار آں وزیر او برا ہمن شوم لوم مادنا و اکنا خیرا یہ فتاد و فتن و مورث وبال و زوال آں گشتہ تفویض یافت ۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ سیواجی عالمگیر کے دربار سے بھاگ کر دکن میں آگیا تھا ۔ وہ حیدر آباد میں آیا اور ابوالحسن سے کہا کہ آپ اور ہم مل کر شاہی ممالک پر حملہ آور ہوں ۔ چنانچہ ابوالحسن نے فوج اور روپیہ سے اسکی مدد کی عالمگیر کی تخت نشینی کا اکیسواں سال تھا کہ سیواجی نے تیموری

ؔ مآثر الامرا تذکرہ مہابت خان حیدر آبادی ۔

حدود حکومت میں گھس کر جالنہ کو برباد کر دیا مآثر الامرا میں اس واقعہ کی تفصیل حسب ذیل ہے

پسر بادالی حیدرآباد متفق شدہ قرار داد کہ باتفاق با فوج بادشاہی جنگ می نمایم اول بہ تسخیر قلاع تردد من باید دید - بدیں تقریب فوج وزرا از و گرفتہ بر تنجاور رفت ودر ہمیں سال سیوا بر ملک بادشاہی دویدہ پرگنہ جالنہ را ویران ساخت (مآثر الامرا جلد اول از صفحہ ۳۴۵ تا ۳۴۹)

سیوا کے مرنے کے بعد جب سنبھا اس کا جانشین ہوا - تو ابوالحسن نے اسکو بھی عالمگیر کے مقابلہ میں ہر قسم کی مدد دی ایک لاکھ ہون (ایک طلائی سکہ کا نام ہے) نقد بھیجا چنانچہ خافی خاں لکھتا ہے -

وعلاوہ آں در امداد سنبھائے جہنمی دار الحربی در تاخت ملک و تسخیر قلعہ جات در ساند لک ہون - نقد خود را بدنام و زبان زد عالمے ساختہ بود -

ان سب پر طرہ یہ کہ جس زمانہ میں عالمگیر بیجاپور کے محاصرے میں مشغول تھا - ابوالحسن نے اپنے ایک سردار کو لکھا کہ ایک طرف سے سنبھا بیشمار فوج لیکر بڑھتا ہے اور دوسری طرف سے میں چالیس ہزار جرار فوج بھیجتا ہوں دیکھوں (حضرت عالمگیر) کس کس کا مقابلہ کرتے ہیں چنانچہ اس واقعہ کو ابوالحسن کے خط کی نقل کے ساتھ تمام مورخوں نے نقل کیا ہے (صاحب مآثر الامرا) لکھتے ہیں -

چوں آں ہم بامتداد کشید بادشاہ لشکر کشا باقتضائے صوابدید بد از اورنگ آباد بہ احمد نگر و از آنجا بہ شعلہ پور معسکر گردانید - ناگاہ نوشتہ ابوالحسن بنام صاحب اوکہ در فوج فیروزی بود بجنس از نظر بادشاہی گذشت بدیں مضمون کہ تا حال پاس مراسم بزرگ داشت می نمودیم - حالانکہ ایشاں سکندر را یتیم و ناتوان دانستہ بیجاپور را محاصرہ نمودہ کار باو تنگ آوردند - واجب آمد کہ سوائے جمعیت موفور بیجاپور راجہ سنبھا از طرفے باقشون از شمار افزوں جہت کمک آں بیکس کرسی بہ بندد - وما بہ سرداری خلیل اللہ خاں پلنگ

حملہ چہل ہزار سوار مستعد پیکار تعین نمایم و بینیم کہ ایشاں کدام کدام طرف مقابلہ و ومقاومت خواہند کرد (مآثر الامرا جلد سوم از صفحہ ۶۲۷ تا ۶۲۹)۔

عالمگیر نے یہ خط پڑھا تو کہا ہم نے اب تک اس بندر پہنچانے والے کو چھوڑ رکھا تھا۔ لیکن جب مرغی نے خود آواز دی تو اب کیا باقی رہا۔

بایں ہمہ جب عالمگیر کے حکم سے شاہزادہ معظم شاہ حیدرآباد کی مہم پر روانہ ہوا تو اس نے ابوالحسن کو لکھا کہ شرائط ذیل منظور ہوں تو عفو تقصیر کے لیے سفارش کی جائے۔

(۱) مادنا وزارت سے معزول ہو کر مقید کر دیا جائے۔

(۲) سیرم ور انگیر وغیرہ جو ممالک محروسہ میں داخل تھے اور جن پر غصبًا قبضہ کر لیا گیا ہے واپس کر دیے جائیں۔

(۳) پیشکش مقررہ کی باقیات ادا کر دی جائیں۔ لیکن ابوالحسن نے درباریوں کے اغوا کی وجہ سے یہ شرطیں منظور نہیں کیں چنانچہ خافی خان لکھتا ہے۔

ازاں کہ بادشاہزادہ محمد معظم خواست کہ تا مقدور کار بجنگ نکشد بہ خلیل اللہ خان پیغام نمود کہ اگر ابوالحسن باظہار ندامت والتماس عفو تقصیر پیش آمدہ دست اختیار مادنا و اکنا را از امور ملکی کوتاہ نمودہ۔ مقید سازد۔ دوم آنکہ پرگنات سیرم در انگیرہ وغیرہ کہ از غصب از تصرف بندہ ہائے بادشاہی بہ دعوئے بیجا آوردہ است ازاں بر داشتہ باز حوالہ منصوبان بادشاہی نماید دیگر آنکہ باقی پیشکش سابق ولاحق بلا توقف و اہمال روانہ بارگاہ آسمان جاہ سازد برائے عفو تقصیرات او بہ حضور معروض داشتہ آید۔ امرائے ناقص العقل دکن از رہ غرور بجواب ہائے مہمل پیش آمدہ در دفعیہ غضب بادشاہی توانستند پرداخت۔

اس واقعہ کے بعد ایک دفعہ پھر شاہزادہ معظم نے صرف اس شرط پر صلح کی گفتگو کی کہ سیرم وغیرہ واپس کر دیے جائیں لیکن وہاں سے یہ جواب آیا کہ سیرم ہمارے نیزے کی نوک سے

خود اپنی سلطنت برباد کی کیونکہ دکن کی ریاستیں مرہٹوں کو دبائے ہوئے تھیں۔ ان کا دباؤ اٹھ گیا تو مرہٹے زور پکڑ گئے لیکن ہمارے دوستوں کو یہ معلوم نہیں کہ دکن کی ریاستیں مرہٹوں کی باجگذار بن گئی تھیں اور عالمگیر حیدرآباد و بیجاپور کو فتح نہ کر لیتا تو آج بڑودہ اور گوالیار کی طرح بیجاپور میں بھی مرہٹوں کا علم لہراتا ہوتا۔

اورنگ زیب عالمگیر

اور مرہٹے

عالمگیر کی فرد قرارداد جرم کا یہ دوسرا نمبر ہے اور یہ جرم بجائے خود متعدد جرائم کا مجموعہ ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) مرہٹوں کا فساد عالمگیر کی ذات سے برپا ہوا

(۲) سیواجی جب عالمگیر کے دربار میں حاضر ہوا تو عالمگیر نے اس کا ایسا تیاگ کیا جس سے وہ چاروناچار سرکشی پر مجبور ہوا۔ ورنہ اگر فراخ حوصلگی سے کام لیا جاتا تو عالمگیر کا حلقہ بگوش ہو جاتا۔

(۳) سیواجی کو عالمگیر نے امان دے کر بلایا تھا۔ لیکن خلاف عہد اس کو نظر بند کر دیا۔

(۴) سیواجی کے جانشینوں کے ساتھ عالمگیر نے اچھا سلوک نہیں کیا۔

(۵) عالمگیر مرہٹوں کو زیر نہ کر سکا اور چونکہ مرہٹوں نے سلطنت مغلیہ کو زیر و زبر کر دیا اس لئے مغلیوں کی بربادی کا اصلی سبب خود عالمگیر تھا۔ ان بحثوں کے فیصل کرنے سے پہلے ہم سیواجی کے خاندان کی ابتدائی تاریخ لکھتے ہیں جس سے نزاعی مسائل کے متعلق آئندہ مدد ملیگی

صفحہ اگلے تاجپوشی	سیواجی کا خاندان	سیواجی کا خاندان دراصل ہمارا رانا اودے پور سے تعلق رکھتا ہے

لہ سیواجی کے خاندان کا حال خافی خان منتخب التاریخ جلد دوم صفحہ مطبوعہ کلکتہ [illegible]

اس خاندان میں سورسین نام ایک شخص بعض اسباب سے چتوڑ چھوڑ کر پرگنہ کرکنب ضلع پرینڈہ ریاست دکن میں چلا آیا اس کے خاندان سے مالوجی اہل وطن سے ناراض ہو کر ایلورہ میں جو دولت آباد کے قریب ہے آکر آباد ہوا۔

اس زمانہ میں دولت آباد نظام شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور یہاں کا دیسمکھ یعنی تحصیلدار لکھی جادو نام ایک شخص تھا۔ مالوجی نے لکھی جادو کی سرکار میں ملازمت اختیار کی مالوجی کے دو بیٹے تھے۔ چونکہ وہ شاہ شریف صاحب کا جن کی قبر احمد نگر میں ہے نہایت معتقد تھا اس لئے اس نے بیٹوں کا نام شاہ صاحب موصوف کے تعلق سے۔ شاہ جی اور شرف جی رکھا۔ یہی شاہ جی آگے چل کر ساہوجی کے لقب سے مشہور ہوا اور یہی ساہوجی سے جو سیواجی کا باپ تھا۔ لکھی جادو کے کوئی اولاد نہ تھی صرف ایک لڑکی تھی۔ شاہ جی چونکہ خوش اندام اور خوشرو تھا لکھی جادو نے اسکو اپنا متبنی بنایا اور چاہا کہ اپنی بیٹی اسکو بیاہ دے لیکن لکھی جادو کے خاندان والوں نے اسکو باز رکھا بالآخر مالوجی نے انگپال (ایک معزز زمیندار تھا) کے دربار میں رسائی حاصل کی اور دباؤ ڈال کر مالوجی کی لڑکی سے شاہ جی کی شادی کردی

ساہوجی ساہوجی نے سب سے پہلے نظام شاہی دربار میں توسل حاصل کیا ۱۰۳۵ھ میں جب کہ نظام شاہ کی فوجوں نے نربدا اتر کر مالوا کو غارت کیا اور جہانگیر نے اس کے دفعیہ کے لئے لشکر کشی کی تو شاہ جہان کے فوجی سرداروں میں ساہوجی اور اس کا خسر جادو رائے بھی تھا جہانگیر نے جب اس کے انتقام کے لئے شاہ جہاں کو دکن بھیجا تو جادو رائے شاہ جہاں کی

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۰)

غلام علی آزاد نے خزانہ عامرہ صفحہ (۴۹) میں تفصیل سے لکھا ہے لیکن سب سے زیادہ تفصیلی اور محقق مآثر الامرا میں ہے چونکہ سیواجی کا پوتا ساہو عالمگیر کے دربار میں ہفت ہزاری منصب رکھتا تھا اس لئے مآثر الامرا میں اس کا حال مستقل عنوان سے لکھا ہے اور اسی ذیل میں اسکے خاندان کے ابتدائی حالات بھی نہایت تفصیل سے لکھے ہیں ہم نے زیادہ تر حالات اسی کتاب سے لئے ہیں ۱۲

سلہ خافی خان جلد اول صفحہ ۳۱۸ و مآثر الامرا جلد اول صفحہ ۲۰ ۵ ۔

کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے صلہ میں اسکو پنجہزاری منصب ملا اور تمام خاندان کو حسب مراتب عہدے ملے۔ لیکن پھر باغی ہوکر ۱۰۴۲ھ میں نظام شاہ کے پاس واپس ہوگیا۔ نظام شاہ نے اسکو قتل کرا دیا۔ اس بناپر ساہوجی نظام شاہ سے ناراض ہوکر شاہ جہاں کے دربار میں چلا آیا اور پنجہزاری منصب پر سرفراز ہوا اس کے ساتھ خلعت اسلحہ مرصع۔ علم، نقارہ، اسپ، فیل اور دو لاکھ نقد انعام میں ملے۔

ساہوجی کے سالوں کو بھی جن کا نام بہادر اور جگدیو تھا پنجہزاری اور چار ہزاری منصب ملے شاہ جہاں نے نظام شاہ کے بعض علاقے جو عنبر کی جاگیر میں تھے ساہوجی کو دیئے تھے۔ لیکن جب ۱۰۴۱ھ میں عنبر کا بیٹا فتح خاں نظام شاہ سے باغی ہوکر شاہ جہاں کے دربار میں چلا آیا۔ تو شاہ جہاں نے عنبر کے علاقے ساہوجی سے لیکر فتح خان کو واپس کر دیئے اس بناپر ساہوجی ناراض ہوکر عادل شاہ والی بیجاپور سے جاکر ملا اور ایک فوج گرانبہا لیکر دولت آباد کی طرف بڑھا۔[۲]

ساہوجی کی تنبیہ کے لئے شاہ جہاں نے فوجیں روانہ کیں اور اسی سنہ میں اس کے اہل و عیال گرفتار ہوئے ۱۰۴۳ھ میں ساہوجی نے ظفر نگر پر حملہ کیا ۱۰۴۴ھ میں اور اضلاع شاہی پر غارت گری کی اس کی پاداش کے لئے اورنگ زیب عالمگیر مامور ہوا شاہ جہاں نے نظام کو گرفتار کرکے قید کیا۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ ساہوجی نے ایک مجہول النسب لڑکے کو نظام شاہ کا وارث قرار دے کر تخت نشین کیا اور تیوری حکومت کے بعض اضلاع دبا لئے۔[۳]

ان واقعات ... میں عادل شاہ والی بیجاپور بھی ساہوجی کا برابر شریک تھا۔ چنانچہ ساہوجی کی ... کے لئے عادل شاہ نے رندولہ کی فوج لیکر بھیجا تھا۔[۴] یہ دست نگاہ دیوان ... اس علاقہ ... نے ... شور سے اس کے استیصال کا عزم بالجزم کیا۔

---

[۲] ... بادشاہنامہ ... ص ۵۲۰ و ۵۲۱ [۳] خافی خان جلد اول ص ۵۳۹ [۴] خافی خان ... جلد دوم ص ... ۱۰۰۰۰

سنہ ۱۰۴۶ھ مطابق ۹ جلوس میں اٹھتالیس ہزار فوج بڑے بڑے امرا کی سپہ سالاری میں
دے کر دکن کو روانہ کی ان میں سے بیس ہزار فوج کا سردار خان زمان کو بنا کر حکم دیا کہ جاکر کوکن
کو جو ساہو کا مستقر ہے برباد کرکے کوکن کے اضلاع کی طرف بڑھے۔ چنانچہ ان فوجوں نے ساہو
کے بہت سے قلعے فتح کرکے ساہو کو بیجاپور تک بھگا دیا ۱۰۴۶ ہجری میں ساہو نظام شاہی علاقے
سے بھی نکال دیا گیا۔ (خافی خان حالات شاہجہان صفحہ ۲۰ ۵ و ۵۱۰ و ۳۹ د) ساہو جی نے عادل
شاہ کے دربار میں ملازمت اختیار کی عادل شاہ نے پونہ اور سوپا اس کی جاگیر میں دئے۔

سیوا جی اب جوان ہو چکا تھا اور حوصلہ مندی کے جوہر دکھانے لگا تھا ان اضلاع کا انتظام
اس نے اپنے ہاتھ میں لیا اور جا بجا قلعے طیار کرنے شروع کئے رفتہ رفتہ ایک بڑی فوج جو بہ
بیان ماثر الامرا پندرہ ہزار تھی تیار کرلی۔ اور اپنی حکومت کے علاقے وسیع کرنے شروع کئے۔
اسی اثنا میں عادل شاہ بیمار پڑا اور دربار میں سخت ابتری پیدا ہو گئی۔ سیوا جی نے
آس پاس کے علاقوں پر دست درازی شروع کی۔ اور دور دور تک کے علاقے زیر اثر کرلئے
تھوڑے دنوں میں کوکن کے تمام علاقوں پر جو بیجاپور کی حکومت میں داخل تھے متصرف ہو گیا
سیوا نے قوت پا کر یہ طریقہ اختیار کیا کہ جو شہر یا قصبہ آباد اور خوشحال ہوتا اس پر چھاپا مارتا
اور لوٹ لیتا۔ وہاں کا حاکم جب عادل شاہ کو خبر کرتا تو ساتھ ہی سیوا جی کی عرضی پہنچتی
کہ اس ضلع کی آمدنی میں بہت اضافہ ہو سکتا ہے۔ اضافہ کی شرط پر میری جاگیر میں دیدیا جائے
دربار میں عادل شاہ کی بیماری کی وجہ سے ابتری پھیلی ہوئی تھی اس لئے جاگیرداروں
کی تحریر پر کوئی متوجہ نہیں ہوتا تھا۔ اور رشوت خوار عمال سیوا کو جاگیر کی سند لکھ دیتے
تھے اور اسی اثنا میں یعنی ۱۰۶۷ھ مطابق ۳۰ جلوس میں عادل شاہ مر گیا اور چونکہ اس کے کوئی
اولاد ذکور نہ تھی درباریوں نے ایک مجہول النسب لڑکے کو تخت نشین کیا جو علی عادل شاہ کے
نام سے مشہور ہے۔ شاہجہان کو خبر ہوئی تو اس نے عالمگیر کو لکھا کہ بیجاپور پر قبضہ کیا جائے

۱ خافی خان جلد دوم صفحہ ۱۱۱، ۲ خافی خان جلد دوم صفحہ ۱۰۹، ۳ خافی خان جلد دوم صفحہ ۱۱۴ و ۱۱۵

عالمگیر نے بیجاپور کا محاصرہ کیا۔ عادل شاہ نے مجبور ہو کر کروڑ روپیہ نذرانہ دینا منظور کیا۔ اسی اثنا میں شاہ جہان بیمار ہوا اور دارا شکوہ نے ولیعہدی کے دعوے سے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لی اور چونکہ سب سے مقدم عالمگیر کا زور توڑنا تھا۔ تمام امرا اور فوجی افسروں کو جو عالمگیر کے ساتھ تھے حکم بھیجدیا کہ پایہ تخت میں واپس آئیں عالمگیر مجبور محاصرہ چھوڑ کر اورنگ آباد چلا آیا اب حالت یہ ہے کہ شاہ جہاں بیمار اور مسلوب الاختیار ہے۔ دارا شکوہ نے بھائیوں کے استیصال کی طیاریاں کیں ہیں۔ مراد نے گجرات میں سکہ اور خطبہ جاری کیا ہے۔ شجاع بارادۂ حکومت بنگالہ سے دارالسلطنة کی طرف بڑھتا آتا ہے۔

عالمگیر دکن سے روانہ ہو گیا ہے سیوا جی کو کھل کھیلنے کے لیے اس سے زیادہ اور کیا موقع نصیب ہو سکتا تھا۔ اس نے ہر طرف دست درازیاں شروع کر دیں چالیس قلعے تیار کرائے۔ جزیروں میں بحری قوت کا سامان کیا۔ مرہٹوں کی ایک فوج گراں طیار کی اور رفتہ رفتہ اکثر اضلاع پر متصرف ہو گیا ؎

دست گلچیں قتل عام لالہ گل می کند — باغباں در صحن گلشن مست خواب افتادہ است

علی عادل شاہ نے ہوش سنبھالا تو اپنے سپہ سالار افضل خاں کو سیوا جی کے استیصال کے لیے بھیجا۔ افضل خاں نے اسکو محصور کیا سیوا نے عاجز ہو کر مکر و فریب سے کام لینا چاہا خافی خان لکھتا ہے۔[1]

افضل خان کہ از امرائے عمدہ و از شجاعان با سرانجام بود۔ بعد رسیدن بر سر او کار بروتنگ کرد و آن مفسد بدسگال چوں دید کہ در جنگ صف دھسور گردیدن صرفہ او نمی کند حیلہ تزویر و عیاری پیش آمدہ مردم معتمد را درمیان انداختہ بہ اظہار ندامت و التماس قبول عفو تقصیرات آورد۔

---

[1] خافی خان صفحہ ۱۱۵ جلد دوم۔

مآثرِ عالمگیری میں ہے کہ جب عادل شاہ نے سیوا پر لشکر کشی کا ارادہ کیا تو سیوا نے پیش دستی کر کے عفو تقصیر کی درخواست کی اور لکھا کہ افضل خاں کو بھیجئے کہ میں ان کے ہمرکاب آکر رُو دررُو اپنی معروضات پیش کروں۔

غرض افضل خاں دو ہزار سوار کے ساتھ روانہ ہوا شرط یہ قرار پائی کہ ملاقات کے وقت کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو۔ چنانچہ افضل خاں جریدہ گیا لیکن سیوا بچھوا آستین میں چھپائے ہوئے تھا۔ معانقہ کے ساتھ افضل خاں کا کام تمام کر دیا۔

عالمگیر کی لشکر کشی سیوا نے اسی پر اکتفا نہ کر کے تیموری حدود حکومت میں بھی دست درازیاں شروع کیں۔ عالمگیر اگرچہ ابھی رقیبان سلطنت کے معرکوں سے فارغ ہوا تھا تاہم سنہ جلوس مطابق جمادی الاول ۱۰۷۰ھ میں شائستہ خاں امیر الامرا کو اس ہنگامہ کو فرو کرنے کے لئے دکن بھیجا۔

امیر الامرا جب ۱۰۷۰ھ میں سیون گاؤں میں داخل ہوا۔ سیوا اُس وقت سوپہ میں تھا امیر الامرا کی آمد سنکر وہاں سے نکل گیا امیر الامرا نے سوپہ پر قبضہ کیا اور رفتہ رفتہ پونا اور سیوا پور بھی فتح ہو گئے پھر چاکنہ کا محاصرہ ہوا اور کئی مہینے بعد محصورین نے امن طلب کیا اور قلعہ حوالے کر دیا

امیر الامرا نے پونہ کو صدر مقام قرار دے کر خود اس محل میں قیام کیا جو سیوا نے اپنے لئے تعمیر کرایا تھا اور ہر طرف سیوا کے تعاقب کے لئے فوجیں بھیجیں۔

سیوا جا بجا بھاگتا پھرتا تھا۔ یہاں تک کہ دشوار گذار پہاڑوں کی گھاٹیوں میں ایک ایک دو دو ہفتے سے زیادہ کہیں ٹھہر نہیں سکتا تھا خافی خاں لکھتا ہے۔

سیوا چناں منکوب و مغلوب گردیدہ بود کہ میان کوہ ہائے دشوار گذار ہر ہفتہ و ہر ماہ جائے بسر مے برد (جلد دوم صفحہ ۱۷۲)۔

سیوا نے اب اپنے پرانے قدیم حربے سے کام لیا ۱۰۷۲ھ مطابق سنہ ۶ جلوس میں امیر الامرا پر شبخون مارا چونکہ امیر الامرا کی بے احتیاطی سے سیوا کو یہ موقع ہاتھ آیا اس لئے عالمگیر نے امیر الامرا کو معزول

ان واقعات کو مصنف مآثر عالمگیری اور خافی خاں نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے۔ ۱۲

کر کے شاہزادہ معظم کو اس مہم پر مامور کیا۔

سیوا نے اب اور شاہ پا دُن نکالے۔ سورت کے پاس جو بندرگاہ ہے تاپتی یعنی جیول وغیرہ ان پر قبضہ کر لیا۔ اور عام غارتگروں کے ساتھ حجاج کے جہاز کو لوٹنا شروع کیا۔ عالمگیر نے مہاراجہ جے سنگھ کو جو ریاست جے پور کا راجہ اور سپہ سالاری کا منصب رکھتا اس مہم پر مامور کیا۔ اور فوج کا ہراول دلیر خاں کو مقرر کیا۔

جے سنگھ نے سنہ ۱۰۷۵ھ مطابق سنہ ۱۶۶۴ء جلوس میں پونا میں داخل ہوا۔ اور ہر طرف فوجیں پھیلا دیں دلیر خاں نے سات ہزار سوار لے کر پانچ مہینے کی مدت میں سیوا کے تمام علاقے پامال کر دیئے۔

سیوا کا خاص دارالسلطنت راج گڑھ تھا اور اس کی متعلقہ لوگ کنانہ میں رہتے تھے۔

سیوا نے دیکھا کہ یہ مقامات بھی فتح ہو گئے تو تمام اہل و عیال برباد ہو جائیں گے مجبوراً اس نے اطاعت کا سلسلہ جنبانی کی۔ خافی خاں لکھتا ہے۔

کوتاہی سخن کار بر محصوران دشمن بہادران قلعہ کشا تنگ گردیدہ راہ فرار از اطراف مسدود ساختند کہ ہر چند آں مخذول ذو فنی حیلہ باز خواست قبائل را از آنجا بدر بردہ بمکان دشوار گذار دیگر رساند لشکر را برائے تعاقب آنہا سرگرداں سازد و نتوانست و دانست کہ مفتوح گردیدن آں ملجا و ماوی مستقر الریاست آں واجب الریاست تمام مال و قبیلہ و عیال آں بدسگال پامال مکافات کردار خواہد گردید۔ لہذا چند نفر زبان فہم نزد راجہ جے سنگھ برائے التماس عفو تقصیرات و سپردن بعض قلعجات باقی ماندہ را در اں راجہ فرستادہ (جلد دوم صفحہ ۱۸۰ و ۱۸۱)

مآثر الامرا میں لکھا ہے کہ قلعہ پورندر کے محاصرے میں جب قلعے کا ایک برج توپوں سے اُڑا دیا گیا تو دلیر خاں نے فوج کو قلعے کے برج پر چڑھا دیا۔ سیوا نے دیکھا کہ اب قلعہ پورندر بھی فتح ہوا چاہتا ہے جس میں سیوا کے تمام اہل و عیال محصور تھے مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی (مآثر الامرا جلد دوم

۱؎ خافی خاں مطبوعہ کلکتہ جلد دوم - ۱۲

صفحہ ۵۰۵ تذکرہ دلیر خاں) لیکن راجہ جے سنگھ کو سیوا کی مکاری کی وجہ سے اسکی باتوں پر اعتماد نہیں تھا۔ اس لئے حکم دیا کہ حملہ و یورش کے سامان اور بڑھا دئے جائیں اتنے میں خبر پہنچی کہ سیوا قلعہ سے جریدہ نکل کر آرہا ہے ساتھ ہی چند برہمن جو اُس کے معتمد تھے راجہ کے پاس پہنچے اور نہایت عجز و زاری کے ساتھ سخت قسمیں کھائیں خافی خاں لکھتا ہے۔

راجہ نظر بر مکاری و عیاری او اغماض نمود و برائے یورش زیادہ از سابق تاکید فرمودہ تا آنکہ خبر رسید کہ سیوا جریدہ از قلعہ فرود آمد برہمنان معتمد او رسید و قسمہائے شدید بہ عجز و زاری تمام درمیان آوردند۔

غرض جب اطمینان ہو گیا کہ سیوا عاجزانہ آتا ہے تو راجہ جے سنگھ نے اجازت دی اور ادیب راج اپنے منشی کو استقبال کے لئے بھیجا۔ لیکن چند مسلح راجپوت بھی ساتھ کر دئے کہ سیوا سے ہوشیار رہیں۔ یہ بھی کہلا بھیجا کہ اگر خلوص کے ساتھ آتا ہے تو بے ہتھیار آئے ورنہ اجازت ہے کہ واپس چلا جائے۔ [۱]

سیوا جریدہ آیا۔ جے سنگھ نے مہربانی سے اُٹھ کر گلے لگایا۔ سیوا نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ اپنے [۲] گنہ گار غلاموں کی طرح حاضر ہوا ہوں اب آپ کو اختیار ہے مارئے یا چھوڑ دیجئے خافی خاں کے الفاظ یہ ہیں۔

"بہ طریق بندہ ہائے مجرم ذلیل روبدیں درگاہ آوردہ ام خواہے بخش و خواہے بکش"

سیوا نے درخواست کی کہ تمام بڑے بڑے قلعے پیشکش ہیں۔ میرا بیٹا سنبھا جی ملازمان شاہی میں داخل کیا جائے میں مطلق العنان کسی قلعے میں بسر کروں گا۔ لیکن جب کبھی ضرورت ہو گی فوراً حاضر ہوں گا۔ جے سنگھ نے اطمینان دلایا اور دلیر خاں کو کہلا بھیجا کہ محاصرہ اٹھا لیا جائے۔ چنانچہ سات ہزار زن و مرد قلعے سے باہر نکلے اور ان کو امان دی گئی۔

---

[۱] خافی خاں صفحہ ۱۸۱ جلد دوم۔ بے ہتھیار آنے کی شرط مآثر عالمگیری میں مذکور ہے۔ "

[۲] خافی خاں صفحہ ۱۸۲ جلد دوم۔ "

دلیر خاں نے اپنی طرف سے تلوار۔ جمدھر۔ دو عربی گھوڑے مع ساز طلائی سیوا کو عنایت کئے اور اس کا ہاتھ جے سنگھ کے ہاتھ میں دیا جے سنگھ نے خلعت گھوڑا اور ہاتھی عطا کیا۔ دلیر خاں نے اپنے ہاتھ سے سیوا کی کمر میں تلوار باندھی۔ لیکن سیوا نے تھوڑی دیر کے بعد کھول کر رکھدی اور کہا کہ میں بغیر ہتھیار کے خدمت گذاری کروں گا۔

اس سے پہلے جے سنگھ نے سیوا کی معافی کے لئے دربار شاہی میں لکھ بھیجا تھا چنانچہ وہاں سے فرمان خلعت آیا۔ سیوا کو پہلے خلعت اور فرمان کے قبول کرنے کے آداب سکھلائے گئے۔ چنانچہ فرمان کے استقبال کے لئے سیوا تین میل تک پیادہ گیا اور خلعت کے سامنے آداب بجا لایا۔

سیوا نے ۳۵ قلعوں میں سے ۲۳ قلعے خدام شاہی کے حوالے کر دیئے۔ سیوا کے بیٹے سنبھا کے لئے راجہ جے سنگھ نے پنجہزاری کے منصب کی سفارش کی تھی۔ چنانچہ وہ منظور ہوئی اور سنبھا کو فرمان شاہی عنایت ہوا۔

سیوا ۷ ذی الحجہ ۱۰۷۵ہجری کو جے سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس وقت سے اب تک تلوار نہیں باندھتا تھا۔ لیکن ۲۶ ربیع الاول یعنی قریباً چار مہینے کے بعد جے سنگھ نے اسکو ہتھیار لگانے کی اجازت دی اور مرصع تلوار عنایت کی۔

اس موقع پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے عالمگیر نے جب جے سنگھ کو سیوا کے استیصال کے لئے بھیجا تھا تو عادل شاہ والی بیجاپور کو بھی لکھا تھا کہ وہ بھی اپنی فوجیں سیوا کے مقابلے کے لئے بھیجے عادل شاہ نے بظاہر اس حکم کی تعمیل بھی کی۔ لیکن وہ درحقیقت سیوا کے وجود کو بعض[1] اغراض کے لئے ضروری سمجھتا تھا۔ اس لئے مخفی سیوا کو ہر طرح کی مدد دیتا تھا اور قطب شاہ والی حیدرآباد کو بھی اس کی سفارش کی مآثر عالمگیری میں اس واقعہ کو نہایت صراحت کے ساتھ لکھا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

---

[1] یہ مقام تفصیل طلب نہیں ہے۔ ۱۲

زبان کرامت عنوان بہ عادل شاہ بغرض دریافت کہ او نیز افواج خویش بر سر آں بدکیش تعیین نماید۔ اگرچہ بظاہر چنیں وا می بود کہ بنا بر امتثال امر اعلیٰ وارفع او سامیت ویرخے از لشکر ہائے خود بجد و د ولایت آں مخذول تعیین نمودہ بود لیکن از بیں جہت کہ دفع آں بد نہاد و قلع ریشہ فساد او را بالکلیہ از مقدمات خرابی حال خویش اندیشیدہ نواب چناں می دانست کہ آں مقہور میان عساکر منصور و اہل بیجا پور حائل باشد دریں اوقات بنا بر مصلحت کار خود با او نامہ و پیام و عہود و مواثیق سلسلہ جنبان یک دلی و موافقت گشتہ متفق و ہمداستان شدہ بود و نہانی در امداد و مراتب مساعدتش کوشیدہ بہ تفویض بعض اقطاعات ارسال نقود و دیگر مایحتاج او را معاونت می کرد و بد ان ناقص اندیش داہی قطب الملک نیز ربط داشتہ بود۔[۵۱]

کیا ان واقعات کے بعد بھی عالمگیر کا حملہ بیجاپور اور حیدر آباد پر بے وجہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ ایک اتفاقی حملہ بیچ میں آ گیا تھا۔ اب پھر ہم سیوا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

سیوا نے اطاعت قبول کی اور تیئیس قلعوں کی کنجیاں حوالے کیں ۹ سنہ جلوس مطابق ۱۰۷۶ھ میں وہ پایۂ تخت یعنی آگرے کو روانہ ہوا۔ شہر کے قریب پہنچا تو عالمگیر نے کنور رام سنگھ جو راجہ جے سنگھ کا بیٹا تھا اور مخلص خان کو استقبال کے لئے بھیجا۔ سیوا دربار میں پہنچکر آداب بجا لایا اور نذر پیش کی عالمگیر نے ارشاد کیا کہ پنجہزاری امرا کی قطار میں اسکو جگہ دیجائے لیکن سیوا کی توقعات اس سے زیادہ تھیں اس نے ایک گوشہ میں جاکر رام سنگھ سے شکایت کی اور درد شکم کے بہانہ سے وہیں فرش پر لیٹ گیا۔ عالمگیر نے حکم دیا کہ فرودگاہ کو واپس جائے۔

یوروپین مورخوں اور اُن کے مقلدین نے عالمگیر کی ناعاقبت اندیشی اور غلط کاری کی جو یاد داشت مرتب کی ہے اسکا پہلا نمبر یہیں سے شروع ہوتا ہے۔ الفنسٹن صاحب گورنر بمبئی اپنی تاریخ ہند میں لکھتے ہیں:۔

---

[۵۱] ماثر عالمگیری صفحہ ۹۱۲ و ۹۱۳ و [۵۲] ماثر الامرا تذکرہ راجہ ساہو۔

اورنگ زیب کو یہ موقع حاصل تھا کہ سیوا جی سے اچھی اہلیت برتتا نہایت سلوک سے پیش آکر اس سے فائدہ اٹھاتا۔ مگر جیسی کہ اس کی رائیں دین و ملت کے معاملے میں تنگ اندیشانہ تھیں ویسی ہی تدبیر ممالک میں پست و کوتاہ تھیں۔ چنانچہ وہ اپنی طبیعت کو سیوا جی کی کمال تذلیل و اہانت سے روک تھام تو کر سکا مگر اپنے تعصبوں سے بالکل کنارہ کش نہ ہو سکا۔ حاصل یہ کہ جب سیوا جی دہلی کے متصل پہنچا۔ تو ایک کمتر درجہ کا سردار اسکی پیشوائی کو جے سنگھ کے بیٹے رام سنگھ کے ساتھ بھیجا گیا اور جبکہ وہ خود دربار میں حاضر ہوا تو اس کی بات نہ پوچھی گئی۔ یہاں تک کہ سیوا جی نے کمال ادب سے پیشکش لیں اور غالباً یہ چاہا کہ دستور کے موافق تعریف و ثنا کے فقرے ادا کرے بہ خضوع و خشوع تخت کی طرف آگے کو بڑھے مگر جب اس نے یہ دیکھا کہ بادشاہ نے کچھ توجہ نہ فرمائی اور تیسرے درجہ کے سرداروں میں بلا امتیاز اس کو کھڑا کیا تو وہ اپنے رنج و غیرت کو نہ روک سکا چنانچہ غصہ اور حمیت کے مارے رنگ اسکا پلٹ گیا اور دربار یونکی صف سے کچھ پیچھے ہٹا اور غش کھاکر زمین پر گر پڑا۔ بعد اسکے ہوش اسکے ٹھکانے آئے تو رام سنگھ کو اس کے باپ کی دھوکہ دہی اور وعدہ خلافی پر برا بھلا کہا اور جل بھن کر بادشاہ کے ملازموں سے یہ درخواست پیش کی کہ اب مناسب یہ ہی کہ جیسا میری بات کو خاک میں ملا دیا ویسا ہی مجھ کو خاک میں ملا دیں یعنی جب آبرو گئی تو جان کی کیا پروا ہے۔[۱]

لین پول - فرائر - برنیر وغیرہ یورپین مصنفین نے بھی اسی کے قریب قریب لکھا ہے بعض یوروپین مورخوں نے یہ بھی لکھا ہی اس واقعہ کے بعد عالمگیر نے سیوا جی کو قید کر لیا اور اسپر پہرے بٹھا دے۔ اس بحث کے تصفیہ میں امور ذیل تنقیح طلب ہیں۔

(۱) جو برتاؤ سیوا جی کے ساتھ کیا گیا۔ تحقیر اور اہانت کی غرض سے تھا۔

(۲) کیا سیوا جی قید کر لیا گیا تھا۔

---

[۱] (ترجمہ) تاریخ الفنسٹن صاحب مطبوعہ علی گڈہ صفحہ (۵۲ و ۱۰۵۳) ۱۲

(۳) اگر سیواجی کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جاتا تو کیا وہ مطیع بن جاتا۔

(۴) اس واقعہ کے متعلق یوروپین اور مسلمان مورخوں میں سے کس کی شہادت زیادہ معتبر ہے؟

اس امر کو سب مورخین تسلیم کرتے ہیں کہ سیواجی کی پیشوائی کے لیے رام سنگھ اور مخلص خان بھیجے گئے تھے۔

رام سنگھ راجہ جے سنگھ کا بیٹا تھا جو امرائے عالمگیری میں سب سے زیادہ ممتاز اور سپہ سالار لشکر تھا رام سنگھ شاہ جہاں کے سنہ ۱۹ جلوس میں پانچ سو سواروں کے ساتھ دربار میں آیا تھا اور اسکو ہزاری منصب اور خلعت عطا ہوا تھا سنہ ۲۷ جلوس شاہ جہانی میں اس کا منصب سہ و نیم ہزاری تک پہنچا۔ عالمگیر کے زمانہ میں وہ متمد خاص رہا یہاں تک کہ سلیمان شکوہ کے لانے کے لئے عالمگیر نے اسی کو راجہ جے سنگھ کا قائم مقام بنا کر بھیجا سیواجی کی اطاعت کی جس دن خبر آئی عالمگیر نے اس کو زیور مرصع۔ ہاتھی اور خلعت عطا کیا[1]۔

چونکہ سیواجی راجہ جے سنگھ کی توسط اور ضمانت سے دربار میں آیا تھا۔ اس لئے اس کے استقبال کے لئے رام سنگھ سے زیادہ کون موزوں ہوسکتا تھا جو اپنے باپ کا فرزند رشید اور اس کا قائم مقام تھا۔ مخلص خاں اسکے ساتھ اس لئے بھیجا گیا تھا کہ یہ نہ خیال ہو کہ ہندوپن کے تعصب سے کوئی مسلمان درباری نہیں بھیجا گیا۔

الفنسٹن صاحب کی اس چالاکی کو دیکھو کہ استقبال کا اصلی ممبر مخلص خاں کو قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رام سنگھ اس کے ساتھ بھیجدیا گیا تھا۔ حالانکہ تمام تاریخوں میں رام سنگھ کا نام مقدم رکھا گیا ہے۔

سیواجی کو جو منصب عطا ہوا پنجہزاری تھا جسکو الفنسٹن صاحب اپنی کتاب کے نوٹ میں تیسرے درجہ کا منصب قرار دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے نامور مورخ کو یہ معلوم نہیں کہ خود راجہ جے سنگھ کا منصب اسوقت تک پنجہزاری سے زیادہ نہ تھا اس فتح عظیم کے صلہ میں جب اُس کے

[1] رام سنگھ کا مفصل اور مستقل تذکرہ ماثرالامرا میں مذکور ہے۔

منصب پر دو ہزار کا اضافہ ہوا ہے تب جاکر وہ ہفت ہزاری ہوا ہے۔ مآثر عالمگیری میں ہے:

نوزدہم ذوالحجہ کہ خبر فتح قلعہ پورندھر وکیفیت آمدن سیوا بمسامع جاہ و جلال رسید دو ہزار سوار از تابینانش دواسپہ ، سہ اسپہ مقرر فرمودہ کہ منصبش از اصل و اضافہ ہفت ہزاری ہزار دواسپہ سہ اسپہ باشد۔[1]

راجہ جے سنگھ ریاست جے پور کا رئیس دربار عالمگیری کا سب سے معزز سردار اور ان سب سے بڑھ کر سیواجی کا فاتح اور سرشکن تھا۔ ہمارے یورپین دوست یہ چاہتے ہیں کہ ایک مفتوح باغی ایک فاتح حکمراں کا ہمسر بنا دیا جاتا۔

راجہ جے سنگھ پر موقوف نہیں خود وزیر اعظم فاضل خاں کا منصب پنجہزاری سے زیادہ نہ تھا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ مہارانا اودے پور سے زیادہ کوئی ہندوستان میں راجہ معزز نہ تھا لیکن اس خاندان نے دربار شاہی سے ربط پیدا کیا تو جہانگیر نے رانا کرن کو بھی پنجہزاری منصب دیا۔ اس کے بعد شاہ جہاں نے ۱۰۳۸ھ میں رانا جگت سنگھ کو یہ منصب عطا کیا اس کے بعد رانا راج سنگھ کو دربار عالمگیری سے یہی منصب عطا ہوا۔ چنانچہ رانا کرن کے تذکرے میں مآثر الامرا نے منصب کے یہ تمام واقعات درج کیے ہیں۔ کیا سیواجی اودے پور کے مہارانوں سے بھی زیادہ معزز درجہ رکھتا تھا؟ ان سب کے علاوہ خود سیواجی کے باپ ساہوجی نے ۳ سنہ جلوس میں جب شاہ جہاں کے دربار میں رسائی حاصل کی ہے تو شاہ جہاں نے اسکو بھی پنجہزاری منصب عنایت کیا تھا[2]

سیواجی کی اطاعت کا سلطنت پر کیا احسان تھا۔ شاہی فوجوں نے اس کے تمام علاقے فتح کر لئے تھے وہ قلعے میں چاروں طرف سے گھر چکا تھا۔ اس کے خاص صدر نشین قلعے کو برجوں پر شاہی پھریرا اڑ چکا تھا۔ ان مجبوریوں سے وہ ہتھیار رکھ کر غلاموں کی طرح آیا اور دربار میں روانہ کیا گیا۔ تاہم اس کے استقبال کے لیے عالمگیر نے دربار میں سب سے زیادہ جو شخص موزوں ہو سکتا تھا

[1] عالمگیر نامہ کاظم شیرازی صفحہ ۹۰۷، [2] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۲۴۳ و ۱۲

اسکو بھیجا۔ پنجہزاری امرا کی صف میں جو خود راجہ جے سنگھ کا منصب تھا اسکو جگہ دی۔ اس سے زیادہ اور کیا چاہتا تھا؟ کیا شہنشاہ ہند ایک مفتوح رہزن کے لئے تخت سے اتر آتا بے شبہہ یورپ اس قسم کی جھوٹی اور مکارانہ خوشامد ونکی مثالیں پیش کرسکتا ہے۔ لیکن اسلام سے اس کی توقع نہیں رکھنی چاہیے۔

منصب کی بحث چھوڑ کر سیواجی کا جو اعزاز کیا گیا اس کی کیفیت مآثر عالمگیری کی عبارت ذیل سے معلوم ہوگی۔

چوں بہ بارگاہ خلافت رسیدہ کامیاب تقبیل سدۂ سینہ گردید بعد از تقدیم آداب ملازمت بہ اشارۂ والا برلباط قرب ومنزلت باریافت ودرمقامے مناسب۔ کہ جائے مقربان پیش گاہ دولت بود با امرائے نامدار ونوینان رفیع مقدار دوش بردوش ایستادہ

جس کتاب کی یہ عبارت ہے وہ خاص عالمگیر کے حکم سے روزنامچہ کے طور پر لکھی گئی ہے اور عالمگیر کو اس کا مسودہ دکھا کر منظور کرالیا جاتا تھا۔ اس بنا پر یہ الفاظ گویا عالمگیر کی زبان کے ہیں ان الفاظ میں صاف تصریح ہے کہ سیوا کو دربار میں وہ جگہ دی گئی جو مقربان دولت اور امرائے نامدار کی جگہ تھی۔ اگر عالمگیر سیواجی کی تحقیر چاہتا تو اپنے روزنامچہ میں کیوں لکھواتا کہ اسکی توقیر اور عزت کی گئی دربار میں جو کچھ ہوا وہ ایک وقتی کارروائی تھی۔ جو گھنٹہ دو گھنٹہ سے زیادہ نہیں رہ سکتی تھی۔ لیکن تاریخ کی عمر قیامت کے دامن سے بندھی ہے اس لئے اگر عالمگیر کو سیوا کی تحقیر مقصود ہوتی تو کیا وہ پسند کرتا کہ گھڑی دو گھڑی کے لئے اسکو ذلت دے اور قیامت تک کے لئے اسکی توقیر اور عزت کا واقعہ تاریخ میں درج کرا جائے۔

یورپین مورخوں کے علاوہ خافی خاں کا بیان ہے جس نے ناراضی کے حسب ذیل اسباب بتلائے ہیں

(۱) سیواجی کے بیٹے کو اس سے پہلے پنجہزاری منصب عطا ہو چکا تھا۔ اس لئے باپ کی عزت بیٹے سے زیادہ ہونی چاہئے تھی۔

(۲) جے سنگھ نے جو اسکو امیدیں دلائی تھیں بادشاہ کی طرف سے اسکا اظہار نہیں ہوا۔

(۳) اس کا استقبال اس شان سے نہیں ہوا جو اس کے خیال میں تھا۔

استقبال کے متعلق تو ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ باقی دو اعتراض توجہ کی قابل ہیں۔

اصل سوال یہ ہے کہ راجہ جے سنگھ نے سیوا کی نسبت کیا سفارش کی تھی جس کی بنا پر سیوا نے دربار میں جانا منظور کیا تھا۔ عالمگیر نے اس سفارش کو منظور کیا یا نہیں اور جو امیدیں کہ سیوا کو دلائیں تھیں وہ عالمگیر کی طرف سے پوری کی گئیں یا نہیں۔

اس بات پر تمام مورخین متفق ہیں کہ جب سیوا دربار سے ناراض ہو کر چلا آیا تو عالمگیر نے حکم دیا کہ راجہ جے سنگھ کو کیفیت واقعہ سے اطلاع دیجائے۔ وہاں سے جو جواب آئے اس پر عمل کیا جائے۔ خود خافی خاں لکھتا ہے۔

حکم نمودند کہ حقیقۃ براجہ جے سنگھ نوشتہ تا رسیدن جواب کہ انچہ مصلحت صوابدید داند بعمل آید سیوا بہ مجرا نیاید

ماثر عالمگیری میں ہے :۔

منشور متضمن این کیفیت بہ راجہ جے سنگھ اصدار یافت کہ انچہ صلاح داند معروض دارد تا با و معاملہ رود راجے سنگھ نے جو جواب بھیجا۔ وہ صرف اسقدر تھا کہ اس کا جرم معاف کر دیا جائے۔ ماثر عالمگیری میں ہے :۔ دریں اثناء عرضداشت راجہ جے سنگھ نیز رسید کہ با او عہد و قول درمیان آوردہ ام گذشتن از جرم اں مخذول بہ اکثر مصالح اقرب ست۔

چنانچہ اس عرضی کے آنیکے بعد سیوا کی نگرانی کا جو حکم تھا اٹھا لیا گیا اور وہ مطلق العنان کر دیا گیا میں نے بنارس میں ایک مشہور خاندان کے ہاں ایک قلمی بیاض دیکھی جس میں راجہ جے سنگھ کے وہ خطوط ہیں جو اس نے سیوا کے معاملات اور مہمات کے متعلق عالمگیر کو لکھے تھے۔ ایک خاص خط اس معاملے کے متعلق ہے یہ خط ایشیائی عام طریقے کے موافق بہت لمبا ہے لیکن تمام خط میں یہ کہیں نہیں کہ میں نے سیوا سے ہفت ہزاری منصب کا وعدہ کیا تھا نہ اس قسم کی اور کوئی خواہش مذکور ہے۔ صرف اس قدر ہے کہ اسکی خاطرداری کی جائے۔

تمام موافق و مخالف مورخوں نے لکھا ہے کہ راجہ جے سنگھ نے سنبھاجی (فرزند سیواجی) کے لئے پنجہزاری منصب کی سفارش کی تھی وہ منظور ہوئی اسی طرح نیتوجی (سیواجی کا داماد) اور سر لشکر کے متعلق پنجہزاری کی سفارش راجہ جے سنگھ نے کی اور منظور ہوئی۔

جب یہ مسلم ہے کہ جے سنگھ کی سفارشیں سنبھاجی وغیرہ کی نسبت پوری پوری منظور ہوئیں۔ جب یہ مسلم ہے کہ کوئی مورخ کنایۃً بھی دعوے نہیں کرتا کہ جے سنگھ نے سیواجی کے لئے ہفت ہزاری وغیرہ منصب کی سفارش کی تھی۔

جب یہ مسلم ہے کہ اس واقعہ کے بعد جب عالمگیر نے جے سنگھ سے حقیقت حال اور صلاح پوچھی تو اُس نے صرف عفو تقصیر اور استمالت کی درخواست کی تو بداہۃً ثابت ہے کہ سیوا سے ہفت ہزاری وغیرہ کا کوئی وعدہ نہیں کیا گیا اور نہ کوئی امر وعدے کے خلاف عمل میں آیا اسی بنا پر جے سنگھ نے صرف یہ درخواست کی کہ سیوا کی گستاخی جو اس سے دربار میں سرزد ہوئی معاف کر دی جائے۔ چنانچہ کوتوال کو جو حکم دیا گیا تھا کہ سیوا کی نگرانی رکھی جائے وُہ اُٹھا لیا گیا۔

خافی خاں کا یہ اعتراض کہ سنبھاجی کو جو منصب عطا ہوا تھا سیوا کو اس سے زیادہ عطا ہونا چاہیے تھا بظاہر لگتی ہوئی بات ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ دربار تیموری میں اکثر ایسا ہوتا تھا کہ باپ بیٹے کو ایک درجہ کا منصب عطا کیا جاتا تھا اور چونکہ ابتداءً کسی شخص کو پنجہزاری سے زیادہ منصب نہیں مل سکتا تھا۔ اس لئے سیوا کو بھی پہلے پہل یہ منصب دیا جا سکتا تھا جن لوگوں کو ہفت ہزاری اور دہ ہزاری وغیرہ منصب ملے ہیں۔ سب ترقی کرتے کرتے اس درجہ تک پہنچے ہیں۔ یہ قاعدہ کلیہ سیوا کے لئے توڑا نہیں جا سکتا تھا۔

یورپین مورخین کا یہ دعوے کہ اگر سیوا سے اچھا برتاؤ کیا جاتا تو وہ حلقہ بگوش بنجاتا کس قدر تاریخی شہادتوں کے خلاف ہے۔ سیوا کی تمام زندگی میں پابندی عہد کا کون سا واقعہ ہے؟ افضل خاں کا دغابازانہ قتل بیجاپور اور گلکنڈہ کے ساتھ مکارانہ سازشیں ہر دل

اور قصبوں پر غفلت اور بے خبری میں چھاپے مارنا کیا ان واقعات سے اسی قسم کے نتائج کی امید ہو سکتی ہے ؎

شدم آگاہ زود از خوئے آں بیداد گر وحشی
اگر بعد از وفا ایں کارہا کردے چہ میکردم

پچھلے بیانات سے اسقدر تو قطعاً ثابت ہو چکا کہ مرہٹوں کو عالمگیر نے نہیں چھیڑا تھا۔ بلکہ شاہجہاں کے زمانے میں وہ اسقدر قوت پکڑ چکے تھے کہ شاہ جہاں کو اپنی تمام قوت ان کے مقابلے میں صرف کر دینی پڑی تھی اور اس نے اس مہم کے سر کر دینے کے لیے خود دکن کا سفر کیا تھا یہ واضح ہو چکا کہ عالمگیر کی فوج نے سیوا کو اس قدر دست پاچہ کر دیا تھا کہ وہ ہتھیار کے بغیر سپہ سالار کے پاس حاضر ہو گیا۔ یہ امر بھی تمام تاریخی شہادتوں سے فیصل ہو چکا کہ عالمگیر نے سیوا کے ساتھ جو برتاؤ کیا تو کسی طرح سیوا کے مرتبے اور شان کے خلاف نہ تھا۔ اب گفتگو اسمیں ہے کہ سیوا نے اپنی قوت قائم کر لی اور اخیر تک وہ عالمگیر کا حریف مقابل رہا۔ اور اس کے مرنے کے بعد اس کے جانشینوں نے عالمگیر کی سلطنت کا سارا نظام درہم برہم کر دیا۔ تمام یوروپین مورخوں کا بیان ہے کہ عالمگیر مرہٹوں کی مقابلے سے بالکل عاجز آگیا تھا یہاں تک کہ اسی نے مرہٹوں کو چوتھ یعنی دکن کے چھ صوبوں کی چوتھائی آمدنی دینی منظور کر لی۔ الفنسٹن صاحب اگرچہ چوتھ دینے کے واقعہ سے منکر ہیں تاہم لکھتے ہیں کہ اورنگ زیب کے سرداروں کے تغیر و تبدل سے سیواجی کو بہت بڑا فائدہ حاصل ہوا۔ اس لیے کہ راجہ جسونت شاہزادہ معظم کی طبیعت پر حاوی اور بادشاہ کی نسبت ہندوؤں کا زیادہ خیرخواہ تھا۔ علاوہ اسکے لوگوں کو یہ بھی یقین کامل تھا کہ وہ بھی لالچی ہے اور روپیہ کی بات تھوڑی بہت ملتا ہے غرضکہ ان ذریعوں سے سیواجی نے [illegible] لیا اور نتیجہ یہ مترتب ہوا کہ اکبر اور شاہزادہ معظم کی تائید و اعانت سے ایسی [illegible] پر بادشاہ سے آشتی کی کہ وہ اسکی توقع سے خارج نہیں۔ چنانچہ [illegible] کی [illegible] دیا گیا اور صوبہ برار میں اسکو جاگیر عنایت کی گئی اور راجائی کا

خطاب اسکا تسلیم کیا گیا اور سارے قصوروں سے اسکی چشم پوشی برتی گئی[۵] مفصل بحثوں سے پہلے ہم کھلاتے ہیں کہ یورپین مورخ کس طرح واقعہ کی اصلی حیثیت بدلکر دوسرے قالب میں اسکو ڈھال لیتے ہیں واقعہ یہ ہے کہ جب سیوا بھاگ کر دکن پہنچا اور سنہ جلوس میں معظم شاہ بہمراہی جسونت سنگہ دکن کی صوبہ داری پر مامور ہوا تو سیواجی نے جسونت سنگہ کے پاس پیغام بھیجا کہ میں اپنے بیٹے سنبھاجی کو بھیجتا ہوں اسکو فوج میں کوئی عہدہ عنایت کیا جائے جسونت سنگہ نے یہ درخواست منظور کی سیواجی نے سنبھا کو ایک ہزار فوج کے ساتھ شہزادہ معظم کی خدمت میں بھیجا چونکہ سنبھاجی کو پہلے بھی پنجہزاری منصب عالمگیر کے دربار سے مل چکا تھا اور سیواجی کے نظربند ہونے کی حالت میں بھی وہ دربار کی حاضری سے روکا نہیں گیا تھا بلکہ روزانہ حاضر ہوکر مجرا بجالاتا تھا اس لئے معظم شاہ نے سنبھا کو پنجہزاری منصب عنایت کیا اور صوبہ برار میں اس کو جاگیر عنایت کی ماثر الامرا جلد دوم صفحہ ۲۸۴ میں ہے

بعد رسیدن بادشاہزادہ بمہاراجہ جسونت سنگہ پیغام کرد کہ سنبھا پسر خود را می فرستم بمنصب سرفراز شود و با جمعیت بکار مامورہ پردازد پس از پذیرائی شدن این معنی پسر مزبور را برفاقت پرتاب رائے نامی کار پرداز و جمعیت یکہزار سوار فرستادہ بعد ملازمت بمنصب پنجہزاری پنجہزار سوار و عطائے فیل با یراق مرصع و تیول در صوبہ برار وغیرہ سربلندی یافت۔

یہی عبارت ہے جس سے الفنسٹن صاحب نے واقعات مذکورۂ بالا اخذ کئے ہیں لیکن اس کس رنگ آمیزی سے کام لیا ہے سیواجی نے اطاعت کی درخواست کی اور اپنے بیٹے کو ملازمت میں بھیجا درخواست منظور ہوئی اور عہدہ بحال ہوا عہدہ کی بحالی اور جاگیر کا عنایت ہونا دربار کی معمولی باتیں تھیں۔ سینکڑوں عہدہ دار جرم کرتے تھے برطرف ہوتے تھے۔ معافی مانگ کر بحال ہوتے تھے اور ان کے منصب و جاگیر واپس ملتے تھے۔ اس میں یہ معمولی اور غیر متوقع نیابات ہیں: لیکن الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں کہ "ایسی ایسی عمدہ شرطوں پر بادشاہ سے آشتی کی۔ دو اس

[۵] ترجمہ تاریخ الفنسٹن صاحب مطبوعہ علی گڈہ صفحہ ۱۰۱ ۔ ۱۲

کی توقع سے خارج تھیں"۔ یہ غیر متوقع شرطیں کیا تھیں وہی عہدہ کی بحالی اور جاگیر۔ راجائی کے خطاب کا مآثر الامرا میں ذکر نہیں۔ لیکن ہوتا بھی تو کیا؟ راجائی کا خطاب چھوٹے چھوٹے عہداروں تک کو ملتا تھا سمبھاجی کو بھی یہی خطاب ملا تھا۔ لیکن الفنسٹن صاحب اسی خطاب کو اس حیثیت سے ظاہر کرتے ہیں گویا سمبھاجی رئیس خود مختار تسلیم کیا گیا۔ ان سب کے علاوہ راجائی کا خطاب سمبھاجی کو عطا ہوا تھا۔ الفنسٹن صاحب اس کو سیواجی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ سمبھاجی کو صرف جاگیر عطا ہوئی تھی جو عموماً عہدہ داروں کو عطا ہوا کرتی تھی۔ الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں کہ "اس کا ملک اس کو واپس ہوا۔ گویا عالمگیر نے اسکا صاحب ملک ہونا تسلیم کر لیا تھا۔ غور کرو ایک ذرا سی عبارت کے مطلب میں الفنسٹن صاحب نے کس قدر تصرفات کئے اور کس قدر توبرتو تحریفات۔ چوتھ کا یہ واقعہ ہے کہ دکن میں ایک مدت سے یہ قاعدہ چلا آتا تھا اور زمانہ حال تک باقی تھا کہ تحصیلدار اور کلکٹر کے بجائے دیسمکھ ہوتے تھے۔ یہ مال گذاری وصول کر کے سرکار میں داخل کرتے تھے اور ان کو رقم موصولہ کا دسواں حصہ یا اس سے زائد ملتا تھا۔ سیواجی اور اس کے جانشین سمبھاجی اور رام راجا جب مر گئے تو تارا بائی نے جو رام راجا کی زوجہ اور نہایت بہادر اور صاحب حوصلہ تھی۔ مدت تک شورش اور فساد کا سلسلہ قائم رکھا۔ لیکن بالآخر عاجز آکر یہ درخواست کی کہ نو روپیہ فی صدی پر دیسمکھی کا منصب عطا کیا جائے۔ لیکن عالمگیر نے منظور نہ کیا خافی خاں لکھتا ہے۔

در اواخر عہد خلد مکان (عالمگیر) ہر چند وکلائے تارا بائی رانی کہ زن رام راجا بعد وفات شوہر تا دوازدہ سال مخالفت با بادشاہ می زد التماس صلح بشرط عطا نمودن سر دیسمکھی شش صوبہ دکن بدستور نہ فی صد نہ روپیہ رجوع آوردہ بود۔ بادشاہ مغفور از غیرت اسلام و بہ بیانات آوردن بعض سبب قبول نہ نمود (خافی خاں صفحہ ۸۳)

الفنسٹن صاحب بھی باوجود سخت مخالفت کے تسلیم کرتے ہیں کہ عالمگیر نے مرہٹوں کو چوتھ وغیرہ دینا منظور نہیں کیا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

آپ بادشاہ کا حال ایسا پتلا ہوگیا تھا کہ کام بخش کے سمجھانے بجھانے سے آشتی کا خواہاں ہوا یہاں تک کہ اگر مرہٹوں کی بیہودہ درخواستوں اور ناشائستہ حرکتوں سے آشتی کی کھا پڑھی منقطع ہوتی تو گمان غالب تھا کہ وہ ساہو کو قید سے رہائی بخشتا اور دکن کے محاصل سے فی صدی سالانہ اسی طرح عنایت کرتا کہ اسکی بات کو بٹہ نہ لگتا" صفحہ ۱۲۶

عالمگیر کے بعد ۱۱۱۹ہجری یہ زمانہ بہادر شاہ راجہ ساہو کی وکیل نے ذوالفقار خان کے ذریعہ سے سردیسمکھی کی سند کی درخواست کی بہادر شاہ نے منظور بھی کر لیا۔ لیکن مرہٹوں کی آپس کی نا اتفاقی کی وجہ سے ملتوی رہ گئی۔ مولوی غلام علی آزاد نے خزانہ عامرہ میں غلطی سے لکھدیا ہے کہ عالمگیر نے سند لکھدی تھی لیکن پھر اسکی رلے پھر گئی۔ آزاد کی عبارت یہ ہی:-

آخر رائے بادشاہ برگشت و سرلنگ ساکہ ہنوز اسناد حوالہ غنیم (مرہٹہ) نہ کردہ بود حضور طلبید

آزاد کا بیان اگرچہ تمام مورخوں کے خلاف ہی تاہم اس کا حاصل یہی ہے کہ بالآخر عالمگیر نے مرہٹوں کی درخواست منظور نہیں کی۔ ان شہادتوں کے مقابلے میں یوروپین مورخوں کا یہ بیان کس قدر تعجب انگیز ہے۔ لیکن اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو سردیسمکھی کا عہدہ رعایا اور ماتحتوں کو دیا جاتا ہے بالکل اس طرح جس طرح یہاں انگریزی گورنمنٹ سے پہلے چودھری اور مکھیا ہوتے تھے۔ آج بھی دکن میں سینکڑوں دیسمکھ موجود ہیں۔ لیکن یوروپین مورخوں نے اس کی تعبیر اس طرح کہ آج تمام جدید تعلیم یافتہ یہ سمجھتے ہیں کہ عالمگیر نے دب کر بطور خراج بالکل کے مرہٹوں کو یہ رقم دینی منظور کر لی تھی ان واقعات سے قیاس ہو سکتا ہے کہ صرف ایک لفظ کے مفہوم بدل دینے سے تاریخ کا رخ کس طرح بدل جاتا ہے۔ چوتھ یا دیسمکھی کا منظور کرنا تو محض افترا ہے۔ تاہم اس سے اصل بحث کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ مخالف کہہ سکتا ہی اور کہتا ہے کہ گو عالمگیر نے کوئی رقم دینی منظور نہ کی ہو لیکن مرہٹوں نے اسکی سلطنت کے ارکان متزلزل کر دیے تھے۔ الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں:-

---

۱؎ خافی خان صفحہ ۶۲۶ و ۶۲۷ ۲؎ خزانہ عامرہ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۴۱

جوں جوں کہ مرہٹے لوگ۔ اورنگ زیب کی فوج اکبر کے قریب آتے گئے اسی قدر اسکی مشکلات زیادہ ہوتی گئیں یہاں تک کہ کبھی کبھی زہن لشکر تک لوٹتے مارتے آتے تھے اور رسد وغیرہ کو کاٹتے تھے اور مویشیوں کو سامنے سے اٹھا لیجاتے تھے اور چرکٹوں کو مار ڈالتے تھے اور ایسا تنگ پکڑا تھا کہ جنتک قومی محافظوں کا گروہ ہمراہ ہوتا تھا تب تک اکیلا دکیلا چھاونی سے باہر نہیں جاسکتا تھا اور اگر کوئی معمولی ٹکڑا فوج کا ان کی روک تھام کے لئے روانہ کیا جاتا تھا تو وہ لوگ اس ٹکڑے کو مار پیٹ کر بھگاتے تھے۔ یا بالکل تباہ کر دیتے تھے؛ عالمگیر کا پہلا جنگی کام یہ تھا کہ وہ احمد نگر کو لوٹا اور لوٹنے کا حال اسکی ہاری تھکی مویشیوں اور ٹوٹی پھوٹی فوجوں سے سمجھا جاسکتا ہے۔ چنانچہ لشکر کی بھیڑ بھاڑ افسردگی پژمردگی اور بے انتظامی سے پیچھے کو لوٹتی تھی اور بندوقچیوں کے متواتر گولی چلانے کر کان ان کے بہرے ہو گئے تھے اور بھالے والوں کے دھاووں اور للکاروں سے بہت گھبرا گئے تھے اور ہر وقت ان کو یہی کھٹکا رہتا تھا کہ اب مرہٹوں کی جانب سے عام دھاوا ہوگا اور ہماری بربادی کمال کو پہنچے گی۔

ان واقعات کے طے کرنے کے لئے ہم کو پہلے سیواجی اور اس کے جانشینوں کی مختصر تاریخ پیش نظر رکھنی چاہیے۔ سیواجی جب اکبر آباد سے نکل کر دکن پہنچا تو ریاست گولکنڈہ کی اعانت سے شاہی علاقوں پر غارت گری شروع کی اور متعدد قلعوں پر قابض ہو گیا۔ عالمگیر نے اس کی تنبیہ کے لئے وقتاً فوقتاً فوجیں متعین کیں جو کبھی فتح پاتی تھیں اور کبھی شکست کھاتی تھیں بالآخر سنہ ۲۳ جلوس مطابق ۱۰۹۰ھ ہجری میں سیوا نے وفات پائی سیوا کے بعد اسکا بیٹا سنبھاجی جانشین ہوا۔ اس نے برہانپور پر دفعتاً حملہ کر کے نہایت سفاکی اور بیدردی سے تمام شہر کو لوٹا اور شہر میں آگ لگادی۔ علما اور مشائخ برہانپور نے ایک محضر طیار کر کے عالمگیر کے پاس بھیجا کہ یہ ملک اب دار الحرب ہو گیا اور اب یہاں جمعہ اور جماعت جائز نہیں۔ عالمگیر نے اب تک مرہٹوں کی شرارتوں پر چنداں توجہ نہیں کی تھی۔ لیکن اس واقعہ نے

نے اسکو متاثر کیا اور محضر کے جواب میں لکھا کہ میں خود آتا ہوں ۲۵ سنہ جلوس میں وہ دکن کو روانہ ہوا اور اورنگ آباد میں قیام کر کے اپنے بڑے بیٹے معظم شاہ کو مرہٹوں کے استیصال کے لئے روانہ کیا معظم شاہ دکن کے تمام علاقوں کو پامال کرتا ہوا انتہائے حد تک پہنچ گیا۔ لیکن آب وہوا کی رداءت اور رسد کی نایابی کی وجہ سے ہزاروں آدمی اور مویشی تباہ ہو گئے اور بالآخر عالمگیر نے اسکو واپس بلا لیا اس کے بعد وقتاً فوقتاً فوجیں متعین ہوتی رہیں۔ لیکن چونکہ سیواجی کو بیجاپور اور حیدر آباد سے مدد ملتی رہتی تھی۔ اس لئے کامیابی نہیں ہوتی تھی۔ عالمگیر نے مرہٹوں کی طرف سے توجہ ہٹا کر حیدر آباد کی طرف رخ کیا اور اس کو فتح کر کے ممالک مقبوضہ میں داخل کر لیا۔

اس مہم سے فارغ ہو کر ۳۲ سنہ جلوس مطابق ۱۱۰۰ھ ہجری میں **مقرب خاں** کو سنبھا کے استیصال کے لئے روانہ کیا۔ مقرب خاں نے کولاپور میں پہنچکر مقام کیا یہاں اسکو خبر لگی کہ سنبھا دو تین ہزار سواروں کے ساتھ سنگمیر میں مقیم ہے۔ اگرچہ یہ مقام کولاپور سے ۴۵ کوس کے فاصلہ پر تھا اور راستہ اس قدر دشوار گذار تھا کہ جا بجا مقرب خاں کو گھوڑے سے اتر کر پیادہ چلنا پڑتا تھا تاہم اس تیزی سے یلغار کرتا ہوا پہنچا کہ سنبھا خبردار بھی نہ ہونے پایا اور مقرب خاں نے اس کو جا لیا چونکہ مقرب خاں کے ساتھ صرف دو تین سو سوار تھے۔ سنبھا نے مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی اور مع اہل وعیال کے زندہ گرفتار ہوا۔ چونکہ سنبھا سخت سفاک اور ظالم تھا اور صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ ہندو بھی اسکی سفاکیوں اور بے رحمانہ غارتگریوں سے نالاں تھے۔ جب اسکی گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی۔ تو تمام ملک میں خوشی کے غلغلے بلند ہوئے۔ جب وہ پابہ زنجیر ہو کر عالمگیر کے دربار میں روانہ کیا گیا تو راہ میں جدھر گذر ہوتا تھا شریف عورتیں تک گھر سے نکل آتی تھیں اور خوشیاں کرتی تھیں خافی خاں لکھتا ہے:۔

تا در مستورات گرفتہ تا مردان دست بپا باختہ از خوشوقتی این خبر خواب نمودہ تا دو منزل تماشا برائے دیدن شکر کو بیان استقبال نمودہ بودند در ہر قصبہ و دیہات سراد اطراف ہر جا خبر می رسید

دہل شادی نواختہ می گردید و ہر جا گذر می نمودند در و بام پر از زن و مرد گشتہ شادی کناں تماشا می نمودند۔

غرض سنبھا عالمگیر کے دربار میں حاضر کیا گیا اور چونکہ اس نے رُو در رُو عالمگیر کو سخت گالیاں دیں عالمگیر نے اسکی زبان کاٹنے کا حکم دیا۔ پھر آنکھیں نکلوا کر قتل کر دیا گیا۔ اسموقع پر یاد رکھنا چاہئے کہ عالمگیر کی پچاس برس کی حکومت کا صرف یہ ایک مستثنیٰ واقعہ ہے ورنہ اس نے کبھی کسی کو اس قسم کی وحشیانہ سزا نہیں دی۔ سنبھا کے ساتھ اسکا بیٹا ساہو اور اسکی ماں بھی گرفتار ہوئی تھی عالمگیر نے اس موقع پر ایسی فیاض دلی اور وسعت حوصلہ سے کام لیا جس کی نظیر تاریخوں میں بہت کم مل سکتی تھی اس نے ساہو کو جو سات آٹھ برس کا لڑکا تھا ہفت ہزاری کا منصب اور راجہ کا خطاب دیا اور اسکی سرکار قائم کر کے دیوان اور بخشی مقرر کئے اور حکم دیا کہ اسکا خیمہ ہمیشہ شاہی خیمہ کے ساتھ ایستادہ کیا جائے۔ اس کے چھوٹے بھائیوں یعنی مدن سنگھ اور اودے سنگھ کی بھی اسی طرح قدر افزائی کی۔ بے شبہہ یہ بڑی فیاضی کا کام تھا۔ لیکن دور اندیشی سے دور تھا خافی خاں نے سچ لکھا کہ یہ افعی کشتن و بچہ نگہداشتن تھا۔ ہندوں کے مذہب میں قید کی حالت میں کھانا نہیں کھاتے۔ اس بنا پر ساہو صرف مٹھائی اور میوہ جات پر بسر کرتا تھا۔

عالمگیر کو یہ حال معلوم ہوا تو حمید الدین خاں کو بھیجا کہ ساہو سے کہو "تم قید میں نہیں بلکہ اپنے گھر میں ہو۔ اس لئے تمکو بے تکلف کھانا چاہئے[2]۔ عالمگیر کو اس کے مخالف متعصب اور تنگ دل کہتے ہیں۔ لیکن اگر تعصب اسی کا نام ہے تو ہزاروں بے تعصبیاں اسپر نثار کر دینی چاہئیں۔

عالمگیر کا برتاؤ اخیر تک ساہو کے ساتھ مربیانہ اور فیاضانہ رہا چنانچہ عالمگیر کے مرنے کے بعد ساہو نے خود مختاری کا علم بلند کیا۔ لیکن عالمگیر کے احسانوں کا پھر بھی اتنا پاس تھا کہ سب سے پہلے اس نے عالمگیر کی قبر کی جا کر زیارت کی۔ سنبھا کے مرنے کے بعد اس کا بھائی رام راجہ اس کا جانشین ہوا اور متعدد موقعوں پر شاہی فوجوں کو سخت شکستیں دیں اسکی فوج کے دو بڑے

[1] خافی خاں صفحہ ۳۸۹ [2] مآثر عالمگیری صفحہ ۳۲۴ مطبوعہ کلکتہ [3] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۳۵۱

سردار سنتا دھنتا جو دس، دس، بارہ، بارہ ہزار جمعیت کے ساتھ تمام ملک کو لوٹتے پھرتے تھے ادسان کا اس قدر رعب چھا گیا تھا کہ بادشاہی فہران کے مقابلہ سے جی چرانے لگے تھے۔ مخالفوں نے ان واقعات کو بڑے آب و رنگ سے بیان کیا ہے لیکن بہر حال نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۱۰۶ ہجری میں سنتا مقتول ہوا اور رام راجا جو اپنے مقامات سے بھاگ کر آوارہ گرد برار کے علاقہ میں قصبات اور دیہات کو لوٹتا تھا ۱۱۱۰ھ میں مرگیا رام راجا کے بعد اس کی بیوی تارا بائی نے مرہٹوں کی سرداری حاصل کی رام راجا کی طرح اس نے بھی تو عالمگیر کو پریشان رکھا۔ اب عالمگیر نے قطعی ارادہ کیا کہ مرہٹوں کا بالکل استیصال کر دے اس کے لئے سب سے مقدم امر یہ تھا کہ مرہٹوں کے قلعے جو ان کے جائے پناہ تھے فتح کر لئے جائیں یہ قلعے ایسے محفوظ بلند مستحکم اور چاروں طرف سے غاروں اور خندقوں سے گھرے ہوئے تھے کہ ان کا فتح کرنا آدمی کا کام نہ تھا۔ بعض بعض دو میل کی بلندی پر واقع تھے۔

راج گڈھ کا قلعہ جو سیوا جی کا گویا پائے تخت تھا اس کا دوبارہ میل کا تھا راستے اس قدر دشوار گذار تھے کہ کئی کئی دن کے متواتر سفر میں ایک ایک کوس طے ہوتا تھا لین پول صاحب مصائب راہ کے متعلق لکھتے ہیں

> کوچ کی حالت میں ناممکن العبور دریاؤں سیلابی وادیوں پر غلاب نالوں اور تنگ رستوں نے کس قدر تکلیفیں دی ہونگی جہاں سامان رسد مہیا ہوتا تھا اسکو ٹھیر جانا ہوتا تھا اور چارہ گھاس کے نہ ملنے سے جانوران باربرداری کی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ فوج پیدل پا ہو جاتی تھی۔ برسات کے سوا گرمیوں میں نزلوں کی سختی خیموں کی اذیت اور پانی نہ ملنے کی مصیبت بیان سے باہر ہے۔

عالمگیر کی عمر اس وقت ۸۶ برس کی ہو چکی تھی تاہم اس جواں ہمت بادشاہ نے بذات خود اس کی کمان لی اور بالآخر تمام قلعے ایک ایک کر کے فتح کر لئے۔ الفنسٹن صاحب نہایت ناگواری اور مجبوری سے شہادت دیتے ہیں۔

اورنگزیب ... چھین گیا ... چار برس میں سارے بڑے بڑے قلعوں کو اپنے
تصرف میں لے لیا۔ بہت سا سرمایہ چھوڑ کے اور خونوں کے پیاسے واقع ہوئے اور دونوں
طرف طرح طرح کی تدبیریں اور بغاوت کی خلوتیں ہوتی گئیں مگر وہ تدبیریں ایسی
متواتر مرتبہ بعد اخرو ... وقوع ہوئیں کہ تفصیل انکی نہایت مشکل بلکہ غیر ممکن ہے ہاں انجام ان کا
یہ ہوا کہ ... قلعے ... فتح ہو گئے۔

غرض ... یعنی عالمگیر کی وفات سے دو برس قبل مرہٹوں کے تمام قلعے اور مقبوضات فتح ہو گئے اور عالمگیر نے دیوارپور میں جو دریائے کرشنا کے قریب ہے قیام کر کے ... قلی خان کو اس کام پر معین کیا کہ تمام ملک میں امن و امان کی منادی کرا دے اور رعایا کو ترغیب دیوے کہ اپنے اپنے گھر پر آباد ہو جائیں۔ مرہٹے اب بالکل بے خانماں ہو گئے تھے اور خانہ بدوش ہو کر ادھر ادھر قزاقوں اور ڈاکوؤں کی طرح چھاپے مارتے پھرتے تھے۔ جب کوئی نیا ملک فتح ہو جاتا ہے تو عموماً مدت تک یہ حالت باقی رہتی ہے پنجاب کو جب انگریزی گورنمنٹ نے فتح کیا تو باوجود اس کے کہ ان بیچاروں کے پاس جنگ کا کوئی سروسامان نہ تھا۔ تاہم کئی برس تک اس قسم کی بدامنی قائم رہی جس کی پاداش میں انگریزی فوجیں دیہات اور قصبات کو آگ لگاتی پھرتی تھیں۔ خود ہندوستان میں ابتدائی عملداری میں مدتوں تک پنڈارے کئی کئی سو میل تک کے دھاوے کرتے پھرتے تھے۔ اور اس وقت تک امن قائم نہ ہو سکا جب تک گورنمنٹ نے ان کو بڑی بڑی جاگیریں دے کر راضی نہیں کیا۔ اس سے بڑھ کر تعصب اور ناانصافی کیا ہو گی کہ یورپین مورخ ان قزاقیوں کو اس صورت میں دکھاتے ہیں کہ تیموری سلطنت ایک مردہ لاش تھی جس کو مرہٹے چاروں طرف سے نوچنے لگے تھے۔ الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں۔

جوں جوں مرہٹے لوگ اورنگزیب کی فوج اکبر کے قریب آتے گئے اسی قدر مشکلات

... مآثر عالمگیری صفحہ ۵۰۷ ۱۲

اس کی زیادہ ہوتی گئیں یہاں تک کہ کبھی کبھی دامن لشکر تک لوٹتے مارتے آتے تھے
اور مویشیوں کو سامنے سے اٹھالے جاتے تھے اور چیرکٹوں کو مار ڈالتے تھے اور پہرہ
چوکی والوں سے نوک جھوک کرجاتے تھے اور ایسا اتفاق کم پڑا تھا کہ جب تک قومی محافظوں
کا گروہ ہمراہ نہ ہوتا تھا تب تک اکیلا دوکیلا اچھا دانی سے بچ سکتا تھا۔ الخ۔

الفنسٹن صاحب نے گو مرہٹوں کی قوت اور عالمگیر کی بے بسی کو بڑے آب و رنگ سے دکھانا چاہا ہے لیکن مرہٹوں کے جو اوصاف بیان کئے گئے یعنی رسد پر ڈاکہ ڈالنا مویشیوں کو اٹھالے جانا۔ پہرہ چوکی والوں کو چھیڑنا۔ چرکٹوں کو مار ڈالنا یہ تو وہی ڈاکوؤں اور رہزنوں کے اوصاف ہیں آج اس قوت اور تسلط پر سرحدی مقامات میں خود انگریزی گورنمنٹ کے ساتھ سرحدی قومیں اس قسم کی شرارتیں کرتی رہتی ہیں کیا اس سے انگریزی گورنمنٹ کی کمزوری اور سرحدی قوموں کا تسلط اور استیلا ثابت کیا جاسکتا ہے یہ بات ملحوظ رکھنا چاہیے کہ کسی طاقتور حکومت یا قوم کا استیصال دفعتہً نہیں ہوسکتا اودیپور کی ریاست کو بابر نے شکست دی لیکن اکبر کے زمانہ میں اسکی وہی قوت موجود تھی اکبر نے بڑے زور شور سے حملہ کیا اور مہینوں کے محاصرے کے بعد اودیپور کو کامل طور سے فتح کرلیا مہاراجہ نے بھاگ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں پناہ لی تاہم جہانگیر کے زمانہ میں اودیپور کا وہی شباب تھا اب شاہجہاں ولیعہدی کی حالت میں گیا اور اس زور شور سے لڑا۔ کہ مہارانا نے سپر ڈال دی اور اپنے بیٹے کرن کو اظہار اطاعت کے لئے دربار میں بھیجا کرن نے دربار میں آکر جہانگیر کو سجدہ کیا لیکن جب شاہ جہاں خود تخت پر بیٹھا تو یہ جھکی ہوئی گردن پھر بلند تھی۔ شاہجہاں نے دوبارہ یہ مہم سر کی لیکن عالمگیر کے زمانہ میں اودیپور وہی اکبر کے زمانہ کا اودیپور تھا۔ البتہ عالمگیر نے پے درپے حملوں سے اسکو بالکل تباہ کردیا اور پھر کبھی سر نہ اٹھا سکا۔ مرہٹے شاہجہاں کے زمانہ میں پوری قوت حاصل کرچکے تھے۔ دکن سے مدراس تک پھیل گئے تھے سینکڑوں نہایت مضبوط اور سر بفلک قلعے انکے قبضہ

میں تھے ان سب باتوں کے علاوہ وہ ایک زندہ قوم بن رہے تھے اور یہ اس کا عین عروج شباب تھا۔ اسی حالت میں عالمگیر کو ان سے مقابلہ کرنا پڑا اب دیکھو نتیجہ کیا ہوا یہ ہوا ہے کہ عالمگیر کے جیتے جی سیوا مر گیا۔ سنبھا مارا گیا۔ رام راجا آوارگی اور صحرانوردی کی نذر ہوا۔ ستا کا سر کٹ کر دربار میں پہنچا۔ غرض علم برادران بغاوت ایک ایک کر کے مٹا دئیے گئے تمام قلعہ جات پر قبضہ کر لیا گیا اور دکن سے لیکر مدراس تک سناٹا ہو گیا ؎

ہیچ جائے نیست کز خون شکارے سرخ نیست
آفتے بود آں شکار افگن گزیں صحرا گذشت

اب مرہٹے کوئی حکومت یا کوئی قوم نہ تھے بلکہ خانہ بدوش رہزن تھے جو ادھر ادھر آوارہ پھرتے تھے اور موقع پا کر چوری چھپے لوٹ مار کرتے تھے۔ عالمگیر اس کے بعد ہی دنیا سے اٹھ گیا اب یہ اسکے جانشینوں کا کام تھا کہ ان اڑتے ہوئے ذروں کو بھی فنا کر دیتے لیکن خوبی قسمت سے تیمور کی مسند معظم شاہ کے ہاتھ آئی اور بیدرد مورخوں نے نالائق خلاف کا الزام بلند پایہ اسلاف کے نامۂ اعمال میں لکھا۔ اس سے بڑھ کر کیا ناانصافی ہو سکتی ہے؟ یہ حالت ہے کہ اسکول کا ایک بچہ جس کے منہ سے ابھی دودھ کی بو آتی ہے۔ عالمگیر پر نکتہ چینی کے لئے طیار ہے لیکن درحقیقت ان نادانوں کا قصور نہیں ؎

قتلم از عشوہ نمابینت کہ من میدانم
سر ایں فتنہ زجا بینت کہ من میدانم

اورنگ زیب عالمگیر

اور ہندوؤں کی ناراضی

عالمگیر کی فرد قرارداد جرم کا یہ چوتھا نمبر ہے۔ لیکن یہ جرم خود متعدد جرائم کا مجموعہ ہے یعنی (۱) عالمگیر نے اپنے طرز عمل سے راجپوت رئیسوں کو جو اب تک حکومت تیموری کے دست و بازو تھے ناراض کر دیا (۲) عالمگیر نے عام ہندوؤں کو ناراض کر دیا۔

پہلے جرم کو لین پول صاحب ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

وہی قوم راجپوت جو اورنگ زیب کے آغاز حکومت میں سلطنۃ مغلیہ کا داہنا بازو تھی اب اس طرح علیحدہ ہوئی کہ پھر ملنے کی توقع نہ تھی جب تک اکبر کے تخت پر یہ بڑا دین دار متمکن رہا اس کی حمایت وحفاظت میں ایک راجپوت نے بھی اپنی انگلی ہلانا نہ چاہی۔ اس جرم کی تشریح لین پول صاحب نے اس طرح کی ہے۔

سنہ ۱۶۶۸ء میں اورنگ زیب کے سب سے زیادہ زبردست لیکن سب سے زیادہ زبردست راجپوت راجہ جے سنگھ نے انتقال کیا۔ دوسرا مشہور راجپوت جنرل جسونت سنگھ کابل میں گورنری پر تھا اور اس کے مرنے کے دن قریب آ رہے تھے۔ آخرکار اورنگ زیب آزاد ہو گیا۔ کہ ہندوؤں کی پامالی کی حکمت عملی کو جو ہر سچے مسلمان کا مقصد ہونا چاہیے اختیار کرے اس وقت ہندو کسی طرح ستائے نہیں گئے تھے اور نہ کوئی مذہبی روک ٹوک عمل میں آئی لیکن اس میں شک نہیں کہ اورنگ زیب جوش اسلام کو دل ہی دل میں پرورش کرتا تھا کہ بلا خوف نقصان کافروں کے مقابلہ میں اس کے اظہار کا وقت آئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۶۶۹ء میں یہ گھٹا اٹھی اور اورنگ زیب نے ایک اور کوتاہ اندیشی کارروائی۔ جسونت سنگھ کے معاملہ میں کی اس نے خواہش کی کہ جسونت سنگھ کے دونوں بیٹے تعلیم کے لئے دہلی میں بھیجے جائیں اور بیشک وہ اس کی نگرانی میں مسلمان کر لئے جاتے۔ راجپوتوں نے اس کی تعمیل نہ کی اور جب راجپوتوں نے سنا کہ اورنگ زیب نے وہی قدیم اسلامی ٹکس یعنی جزیہ از سر نو ایک ہندو پر قائم کیا ہے تو ان کے غصہ کی کوئی انتہا نہ رہی۔

یوروپین مورخوں کے اعتراضات (جیسا کہ آگے ثابت ہوگا) اگرچہ نہایت پا در ہوا ہوتے ہیں اور اس لئے ان کا جواب دینا نہایت ہی آسان بات ہے۔ لیکن بایں ہمہ جواب دینے والا سخت مشکل میں پڑ جاتا ہے۔ یوروپین مورخین ایک اعتراض کے بیان کرنے میں جو خود غلط ہوتا ہے پے در پے اور بہت سے جھوٹ ملا جاتے ہیں۔ جواب دینے والا ایک جھوٹ

کا جواب دینا چاہتا ہے تو سامنے ایک اور جھوٹ نظر آتا ہے۔ اُدھر متوجہ ہوتا ہے تو ایک اور جھوٹ نمایاں ہوتا ہے مسلسل دروغ بیانی اور افتراؤں کے ہجوم سے بے اختیار اسکا طیش آجاتا ہے اور بجائے اسکے کہ وہ سکون و اطمینان کے ساتھ اصل واقعہ کے انکشاف پر متوجہ ہو غصے سے بے قابو ہو جاتا ہے۔ خود مجھ پر یہی اثر پڑا ہے۔ لیکن میں ان حریفوں کو موقع نہ دوں گا کہ وہ میرے طیش و غضب سے فائدہ اٹھائیں یورپین مورخین نے ہندوں کی تاریخ کے جو ابواب بتائے ہیں ان میں خلط مبحث ہو گیا ہے۔ یعنی مذہبی اور پولیٹکل باتیں مل جل گئی ہیں اسلئے مسئلہ زیر بحث کی تحلیل اور تحقیق کے لیے ضرور ہے کہ دونوں سے الگ الگ بحث کیجائے پہلے ہم پولیٹکل اسباب سے شروع کرتے ہیں۔ ہندوں کے زور و قوت کے تین مرکز تھے۔

جے پور۔ جودھپور۔ اور اودیپور۔ ان میں سے جے پور اور جودھپور بالکل مطیع ہو گئے تھے لیکن اودیپور کی یہ حالت تھی کہ بابر سے لیکر شاہجہان تک کے زمانہ تک حملے کے وقت انکی گردن جھک جاتی تھی لیکن جب حملہ آور چلے آتے تھے پھر وہی سرکش کا سرکش ہو جاتا تھا شاہجہان نے جب بیماری کی حالت میں **داراشکوہ** کو ولیعہد بنا کر اسکو سیاہ و سپید کا مالک بنا دیا تو اس زمانہ میں جے پور اور جودھپور کے جانشین راجہ جے سنگھ اور جسونت سنگھ تھے عالمگیر جب دکن سے اکبرآباد کو چلا تو داراشکوہ کی طرف سے جسونت سنگھ ایک فوج گراں لئے ہوئے اجین میں پڑا تھا عالمگیر نے نہایت الحاح سے کہلا بھیجا کہ میں حضرت اعلیٰ حضرت کی عیادت کو جاتا ہوں۔ تم سد راہ نہ ہو۔ لیکن جسونت سنگھ نے نہ مانا اور سخت معرکہ ہوا جسونت سنگھ نے شکست کھائی اور بھاگ نکلا۔ عالمگیر پر جب چتر حکومت سایہ فگن ہوا تو پہلے ہی سال جسونت سنگھ نے عفو تقصیر کی سلسلہ جنبانی کی اور عالمگیر نے فیاض دلی سے معاف کر دیا۔ شجاع سے (عالمگیر کا بھائی) جب معرکہ پیش آیا تو عالمگیر نے جسونت سنگھ کو فوج جرار کا افسر مقرر کیا لیکن جسونت سنگھ نے پہلے سے مرزا شجاع سے سازش کر لی تھی۔ چنانچہ جب دونوں فوجیں آمنے

سامنے مقابل ہوئیں اور لڑائی ٹھنی تو جسونت سنگھ رات کے پچھلے پہر دفعتہ اپنی تمام فوج کے ساتھ عالمگیر کی فوج سے نکلکر شجاع کی طرف چلا۔ اسکی فوج نے شاہی اسباب وخزانے پر دست درازی کی اور اس قدر برہمی ہوئی کہ عالمگیر کی کل فوج میں سے نصف کے قریب جسونت سنگھ کے ساتھ ہو کر شجاع سے جا ملی۔ یہ ایسا نازک موقع تھا کہ اس کے سنبھالنے کو صرف عالمگیر کا دل ودماغ درکار تھا۔ عالمگیر کے تحمل واستقلال پر جنبش تک نہیں پائی اور اس لیے مگر سپاہیانہ ہمت سے میدان اس کے ہاتھ رہا۔ چند روز کے بعد جسونت سنگھ کا جی کہیں ٹھکانا نہ لگا تو پھر عالمگیر کا خواستگار رہا۔ عالمگیر نے پھر فیاضی ودریادلی سے کام لیا اور چونکہ وہ شرم سے منہ دکھانا نہیں چاہتا تھا۔ عالمگیر نے غائبانہ اس کا منصب وخطاب وجاگیر بحال کر کے احمد آباد کا صوبہ دار مقرر کر دیا اور وقتاً فوقتاً اسکو بڑی بڑی مہمات پر مامور کیا یہاں تک کہ دکن میں سیواجی کے مقابلہ پر بھیجا۔ لیکن یہ غدار یہاں بھی اپنی فطری عادت سے باز نہ رہا۔ الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں راجہ جسونت سنگھ شاہزادہ معظم کی طبیعت پر حاوی اور بادشاہ کی نسبت ہندوؤں کا زیادہ خیرخواہ تھا علاوہ اس کے لوگوں کو یہ بھی یقین کامل تھا کہ وہ لوبھی لالچی ہے اور روپیہ کی بات تھوڑی بہت مانتا ہے غرضکہ ان وسیلوں سے سیواجی نے اسکو اپنا شریک بنایا۔ جسونت سنگھ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ راؤ بھاؤ سنگھ ہاڈا کو جو ریاست بوندی کا راجہ اور سہ ہزاری منصب رکھتا تھا اور اس مہم میں اسکا شریک تھا اپنے ساتھ شریک کرنا چاہا اور جب اس نے نمک حرامی سے انکار کیا تو اسکی بہن کو جو جسونت سنگھ کے عقد نکاح میں تھی وطن سے بلوا کر بیچ میں ڈالا۔ لیکن اس وفادار نے اب بھی حق نمک کو قرابت پر مقدم رکھا۔ مآثر الامراء میں راؤ بھاؤ سنگھ کے تذکرے میں لکھا ہے:۔

چون شنیدہ بود بھاؤ سنگھ بدست مہاراجہ جسونت سنگھ زن خود را از وطن طلب

۱؎ یہ تمام حالات اگرچہ خافی خاں وغیرہ تمام تواریخ میں ہیں لیکن مفصل اور مسلسل تذکرہ مآثر الامراء جلد ۲ میں ہے۔ سلسلہ ترجمہ تاریخ الفنسٹن صاحب جلد دوم صفحہ ... مآثر الامراء سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔

داشتہ واضح نمود کہ باعث ساز موافقت کوک تمایل اما راو بہا ونسنگھ حق نمک مقدم داشتہ تن بموافقش در نداد۔

بالآخر جسونت سنگھ کابل کی مہم پر مامور ہوا اور ۲۲ جلوس عالمگیری میں قضا کر گیا جسونت سنگھ جب مرا تو اسکی کوئی اولاد نہ تھی۔ لیکن اس کے کارپردازوں نے دربار میں اطلاع دی کہ اسکی دو بیبیوں کو حمل ہے۔ لاہور میں پہنچکر انھوں نے دربار شاہی میں رپوٹ کی کہ دونو بیبیوں سے دو لڑکے پیدا ہوئے اس کے ساتھ درخواست کی کہ ان لڑکوں کو منصب ریاست اور خطاب عطا کیا جائے عالمگیر نے فرمان بھیجا کہ دونوں کو دربار میں بھیجدو جب وہ سن تمیز کو پہنچیں گے تو خطاب اور منصب عطا کیا جائے گا۔ مآثر عالمگیری میں ہے۔

حکم اقدس اعلیٰ صادر شد کہ ہر دو پسر را بدرگاہ سپہر بارگاہ بیارند و ہرگاہ پسران بہ سن تمیز خواہند رسید بہ عنایت منصب و راج نوازش خواہند یافت (صفحہ ۱۷۷)۔

تیموریوں کے دربار کا یہ ایک عام آئین تھا کہ جب کوئی بڑا عہدے دار چھوٹے بچے چھوڑ کر مرجاتا تھا تو بادشاہ خود ان کو طلب کر کے اپنے دامن تربیت میں پالتا تھا اور شہزادوں کی طرح ان سے سلوک کیا جاتا تھا اسی اصول کے موافق عالمگیر نے جسونت سنگھ کے بچوں کو طلب کیا تھا۔ لیکن جسونت سنگھ کا جو طرز عمل ہمیشہ سے رہا اس کے افسروں پر بھی وہی رنگ چھا گیا تھا۔ چنانچہ انھوں نے شاہی حکم کے وصول ہونیکا انتظار بھی نہ کیا اور دلی کی طرف روانہ ہو گئے۔ دریائے اٹک پر میر بحر نے اس بنا پر روکا کہ پروانہ راہداری دکھاؤ یہ بیر آمادہ جنگ ہوئے اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے بزور دریا کے پار اترے دارالسلطنۃ کے قریب آئے تو انکی گستاخانہ اور باغیانہ حرکات کی بنا پر عالمگیر نے حکم دیا کہ شہر سے باہر مقام کریں اور کوتوال کو حکم دیا کہ ایک جمعیت کے ساتھ ان کو نظر بند رکھے چند روز کے بعد چند راجپوتوں نے وطن جانے کی درخواست کی عالمگیر نے منظوری دی یہ فریب کار دھوکہ دے کر جسونت سنگھ کے بچوں کو چپکے چپکے اڑالے گئے اور انکی جگہ دو جعلی بچے چھوڑ گئے۔

چونکہ یہ اہم بحث طلب واقعہ ہے جس پر آئندہ واقعات کی بنیاد قائم ہوئی ہے - اس لیے ہم مزید اعتبار کے لیے خافی خاں کی اصلی عبارت نقل کرتے ہیں -

بعدہ ظاہر گردید کہ بعد فوت راجہ متعلقان جہالت کیش ہمراہ او دو پسر خوردسال زائیدہ را کہ در آخر عمر مانند دو فرزند باسم اجیت سنگہ و دلتھن داشت مع رانی ہا ہمراہ گرفتہ بے آنکہ انتظار حکم حضور کشیدہ یا دستک و ضابطہ صوبہ دار حاصل نمایند روانہ حضور شدند بودہ کہ بہ جسر اٹک رسیدند میر جسر بموجب ضابطہ دستک مانع آمد با او بہ پرخاش پیش آمدہ کار بہ فساد و کشتن رفت و ساعتی ہنگامہ گرم ساختہ بہ پیرہنگی عبور نمودند بعد ازان کہ نزدیک دار الخلافہ رسیدند از آنکہ ادعائے فاسد جسونت غبار ملال در خاطر پادشاہ جا گرفتہ بود این شوخی راجپوتیہ علاوہ ملال گردید فرمودند کہ نزدیک شہر طرف بادشاہ پور فرود آمدند و کوتوال را مامور ساختند کہ مردم خود را با جمعی از منصب داران و متعینہ توپخانہ اطراف خیمہ ہائے وابستگان راجہ چوکی نشانیدہ بطریق نظر بند نگاہ دارند الخ[لہ]

جسونت سنگھ کے افسر جسونت کے بچوں کو لیکر جودھپور پہنچے اور مہارانا اودے پور نے انکو اپنی حمایت میں لیا - عالمگیر نے مہارانا کو فرمان بھیجا کہ باغیوں کی حمایت سے دستبردار ہو جائے اور جسونت کے بچوں کو حوالے کر دے مہارانا نے نہ مانا اس پر عالمگیر نے خود چڑھائی کی اور فوجیں بھیجیں اور بالآخر مہارانا نے اطاعت قبول کی اور اقرار کیا کہ جسونت کے بچوں کی اعانت نہ کرے گا - لیکن مہارانا بہت جلد اس اقرار سے پھر گیا عالمگیر نے اس کے انتقام کے لیے ہر طرف سے فوجیں طلب کیں اور اپنے چھوٹے بیٹے اکبر کو اس کا سپہ سالار مقرر کر کے اودے پور کی طرف روانہ کیا لیکن مہارانا نے اکبر کو یہ ترغیب دلائی کہ ہم آپ کو بادشاہ تسلیم کر لیں گے - آپ خود تخت تاج کا دعوے کیجیے اکبر کو توڑ لیا ناخلف شہزادہ ستر ہزار فوج لیکر خود عالمگیر کے مقابلہ کو بڑھا - عالمگیر کی رکاب میں اس وقت صرف ہزار سوار تھے لیکن اس کے استقلال میں فرق نہ آیا اور بالآخر اکبر شکست کھا کر بھاگ گیا - سلسلۂ بیان کی ترتیب اور تمام واقعات کی یکجائی پیش

لہ اس کے بعد کا واقعہ چونکہ چنداں اہم اور مختلف فیہ نہ تھا اس لیے ہم نے وہ عبارت نقل نہیں کی ۱۲

نظر ہونیکے لئے ہم نے واقعات کو سادہ طور سے لکھدیا اب امور ذیل تنقیح طلب ہیں۔

(۱) کیا عالمگیر نے راجپوت ریاستوں کے ساتھ کوئی ناجائز سلوک کیا تھا جس کی وجہ سے وہ بغاوت پر مجبور ہوئے (۲) کیا عالمگیر ان راجپوتوں کو زیر نہ کرسکا۔ (۳) کیا راجپوت اس واقعہ کے بعد ہمیشہ کے لئے الگ ہو گئے۔ یورپین مورخوں کی رائے کے موافق ان سوالوں کا اجمالی جواب یہ ہے کہ عالمگیر نے خود راجپوتوں کو چھیڑا اور ان کو بغاوت پر مجبور کیا اور پھر ان سے اچھی طرح عہدہ برآ نہ ہوسکا اور راجپوت ہمیشہ کے لئے تیموری حکومت کے حلقہ اطاعت سے نکل گئے اور یہ تفصیل گذر چکی کہ راجپوتوں کے تین مرکز تھے ان میں سے جے پور تو ہمیشہ مطیع رہا۔ الفنسٹن صاحب بھی اس واقعہ کو تسلیم کرتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

جبکہ راجپوت راجاؤں نے منجملہ اپنے گروہوں کے ایک راجہ کے گھرانے پر ایسا ظلم اور زور دیکھا اور جزیہ کی ناگواری اس پر زیادہ ہوئی تو سارے راجپوت باہم متفق ہو گئے مگر راجہ رام سنگھ جے پور والا جس کے گھرانے کو بادشاہ کے خاندان سے رشتے ناتوں اور کئی پشتوں سے معزز عہدوں کی بدولت مضبوط اور مستحکم علاقہ تھا ان سے مستثنیٰ رہا۔

ایک طرف جودھپور اور اودیپور رہ گئے۔ جودھ پور کا رئیس جسونت سنگھ تھا اس نے عالمگیر کے ساتھ جو برتاؤ کئے یہ تھے کہ سب سے پہلے عالمگیر کے ساتھ برسر مقابل آیا۔

عالمگیر نے فتح پاکر سب کو معاف کردیا اور فوج کا افسر مقرر کیا لیکن شجاع کی لڑائی میں نہایت غدارانہ طریقہ سے رات کو چھپ کر دشمن سے جا ملا جس سے عالمگیر کی تمام فوج درہم و برہم ہو گئی عالمگیر نے پھر عفو سے کام لیا اور جاگیر و خطاب و منصب عطا کر کے دکن پر بھیجا وہاں سیواجی سے سازش کی اس کے مرنے پر راجپوت عالمگیر سے درخواست کرتے ہیں کہ اسکا ایک لڑکا ہے جو والی ریاست بنایا جائے۔ عالمگیر جواب دیتا ہے کہ ان کو دربار میں بھیجو سن شعور کے بعد کچھ سمجھ لیں گے۔ راجپوت جواب کا بھی انتظار نہیں کرتے اور دریائے اٹک پر شاہی عہدہ داروں کو مار کے دھاڑتے دلی میں پہنچتے ہیں عالمگیر ان کو نظر بند کرتا ہے ان واقعات میں کون سی بات انصاف کے خلاف ہے۔ الفنسٹن صاحب فرماتے ہیں کہ جب راجپوت راجاؤں نے منجملہ اپنے گروہوں کے ایک راجہ کے گھرانے پر ایسا ظلم دیکھا۔ آخر یہ کیا ظلم تھا؟ کیا جسونت سنگھ کی سازش

راجپوتوں کا طرز عمل ایسا تھا کہ عالمگیر ان پر بالکل اعتماد کر لیتا۔ کیا صغرسن بچوں کا دریا میں ملانا کوئی ظلم کی بات تھی؟ کیا راجپوتوں کا بغیر شاہی اجازت کے دارالسلطنت کا قصد کرنا عدول حکمی نہ تھی؟ کیا میر بحر کا ان کو روکنا میر بحر کے فرائض منصبی میں داخل نہ تھا؟ کیا میر بحر اور شاہی ملازموں سے مقابلہ کرنا اور ان کو قتل کرنا باغیانہ حرکت نہ تھی؟ کیا ان سب حرکات کے بعد ان کا نظربند کیا جانا عدل و انصاف کے خلاف تھا؟ **لین پول** صاحب راجپوتوں کی عدول حکمی اور برہمی کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ **جسونت سنگھ** کے بچوں کو عالمگیر مسلمان کر لیتا لیکن عالمگیر نے سیواجی کے پوتے ساہوجی کو گرفتار کیا تو اسکی عمر سات برس کی تھی عالمگیر نے خاص اپنی نگرانی میں رکھا شاہی خیمے کے برابر اس کا خیمہ کھڑا کرایا اسکو ہفت ہزاری کا منصب اور خطاب نوبت و علم عطا کیا اور یہ برتاؤ آخر عمر تک رکھا باوجود اس کے اس کو کیوں مسلمان نہیں کیا؟ سیواجی کا پوتا تو جسونت سنگھ کے بیٹوں سے زیادہ جبر و ظلم کا مستحق تھا۔ الخ۔ وجہ لین پول صاحب یہ بیان کرتے ہیں کہ راجپوتوں کو جزیہ لگانے کی خبر پہنچ چکی تھی اس لئے غصے کی کوئی انتہا نہ تھی۔ جزیے کی بحث مذہبی امور کی بحث میں آگے آئے گی اس لئے ہم اسکو یہاں نہیں چھیڑتے۔ دوسرا امر تنقیح طلب یہ ہے کہ عالمگیر راجپوتوں کو زیر کر سکا یا نہیں لین پول صاحب لکھتے ہیں۔

راجپوت صاحب کو بار بار خواہش تو لگ گیا۔ لیکن وہ مردانہ تھا جنگ کا سلسلہ جاری رہا آخرکار اودے پور کے رانا سے جسکو راجپوتوں کی طرف سے سب سے زیادہ نقصان پہنچا تھا اور تنگ ہو بیٹھے ایک معزز صلح کر لی کیونکہ اس جنگ سے اب اورنگ زیب عاری ہو گیا تھا اس صلحنامہ میں نفرت خیز جزیہ کا نام تک بھی نہ آیا لیکن رانا کو اپنے ملک کا ایک قلیل حصہ اس فعل کے پاداش میں کہ وہ شہزادہ اکبر کا شریک ہو گیا تھا دینا پڑا اور دیبور کے رانا نے تھوڑے ہی دنوں میں شرائط صلح نامہ پر پانی پھیر دیا۔

اللہ اکبر ان چند سطروں میں کس قدر جھوٹ کا انبار ہے۔ **الفنسٹن** صاحب فرماتے ہیں۔

خود اورنگ زیب کو ایسی لڑائی کے اختتام کی خواہش ہوئی چنانچہ اپنی تدبیر اور حکمت کا ادویہ

نیز الفنسٹن صاحب اور لین پول کی عام عادت ہے کہ ہر موقع پر ٹاڈ راجپوتوں کا حوالہ دیتے ہیں لیکن ان واقعات کے بیان میں حوالہ کا نام نہیں لیکن ان سب دروغ بیانیوں سے بالاتر لین پول کا یہ بیان ہے کہ رانا نے کچھ عرصہ کے بعد اس صلح پر پانی پھیر دیا چونکہ اس دروغ بیانی میں لین پول کا اور کوئی شریک نہیں اس لیے ہم کو اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں اخیر بحث یہ ہے کہ ان واقعات کے بعد کیا راجپوت ہمیشہ کے لیے تیموریوں سے الگ ہو گئے کیا انھوں نے کبھی بقول لین پول عالمگیر کی حمایت میں اپنی انگلی بھی ہلانی نہ چاہی - گذشتہ تمام واقعات عالمگیر کے ۲۴ جلوس تک ختم ہو گئے ہیں جگت سنگھ مہارانا اودیپور اسی سنہ میں مر گیا اور عالمگیر نے اس کے بیٹے جے سنگھ کو خلعت تعزیت اور خطاب وغیرہ عطا کیا ہے ۲۵ جلوس میں عالمگیر دکن روانہ ہوا اور اخیر عمر تک وہیں اطراف میں مرہٹوں سے لڑتا بھڑتا رہا - ان لڑائیوں میں اسکی فوج میں راجپوت اسی طرح نظر آتے ہیں جس طرح اور مسلمان قومیں - چنانچہ تاریخوں میں جہاں فوجوں کا ذکر آتا ہے - راجپوتوں کا نام بھی خاص طور پر آتا ہے مثلاً خافی خاں ۱۰۹۶ھ کے واقعات میں مرہٹوں کے ایک محاصرے میں لکھتا ہے :-

• از ہر یک بندہاے کار طلب شرط جاں فشانی بہ عرصۂ ظہور رسید خصوص حمید الدین خاں و راجپوتاں سے جلادت پیشہ و دیگر بہادران رزم جو نہ و دات روئے کار آورند تا آنکہ جمشید خاں با جمعے از راجپوتاں روشناس بہ ہمراہ راو دلپت و چندے دیگر بکار آمدند۔

یہی مورخ ۴۶ جلوس کے واقعات میں لکھتا ہے :-

اوائل ذی الحجہ سنہ چہل و شش ۴۶ جلوس راجہ جے سنگھ کہ عمرا و بحد بلوغ رسیدہ بود بہ اتفاق مردم بادشاہ زادہ یورش نمودہ بہ حملہ پیاپے کہ از بالا گولہ سنگ اقسام آتشبازی چون تگرگ بلا بلا فاصلہ می ریخت راجپوت بسیار و اکثر مردم شاہزادہ بکار آمدند۔

یوروپین مورخ کہتے ہیں کہ ایک راجپوت نے بھی عالمگیر کی حمایت میں انگلی نہ ہلائی - لیکن واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف فوجی راجپوت بلکہ راجپوتوں کے بڑے بڑے راجہ مہاراجہ اخیر وقت تک عالمگیر

کیف بلفنسٹن صاحب اور لین پول کی عام عادت ہے کہ ہر موقع پر تاریخوں کا حوالہ دیتے ہیں لیکن ان واقعات کے بیان میں حوالہ کا نام نہیں لیکن ان سب دروغ بیانیوں سے بالاتر لین پول کا یہ بیان ہے کہ رانا نے کچھ عرصہ کے بعد اس صلح پر پانی پھیر دیا چونکہ اس دروغ بیانی میں لین پول کا اور کوئی شریک نہیں اس لیے ہم کو اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں اخیر بحث یہ ہے کہ ان واقعات کے بعد کیا راجپوت ہمیشہ کے لیے تیموریوں سے الگ ہو گئے کیا انھوں نے کبھی بقول لین پول عالمگیر کی حمایت میں اپنی انگلی بھی ہلانی نہ چاہی - گزشتہ تمام واقعات عالمگیر کے سنہ ۲۲ جلوس تک ختم ہو گئے ہیں جسونت سنگھ مہارانا اودے پور اسی سنہ میں مرا ہے اور عالمگیر نے اس کے بیٹے جے سنگھ کو خلعت، تعزیت اور خطاب وغیرہ عطا کیا ہے سنہ ۲۵ جلوس میں عالمگیر دکن روانہ ہوا اور اخیر عمر تک وہیں اطراف میں مرہٹوں سے لڑتا بھڑتا رہا - ان لڑائیوں میں اس کی فوج میں راجپوت اسی طرح نظر آتے ہیں جس طرح اور مسلمان قومیں - چنانچہ تاریخوں میں جہاں فوجوں کا ذکر آتا ہے - راجپوتوں کا نام بھی خاص طور پر آتا ہے مثلاً خافی خاں سنہ ۱۱۱۶ھ کے واقعات میں [illegible] کے ایک محاصرے کی یوں لکھتا ہے:-

"از ہر یک بندہ ہائے کار طلب شرط جان فشانی بہ عرصہ ظہور رسید خصوص حمید الدین خاں و راجپوتان جلادت پیشہ و دیگر بہادران رزم جو داد روئے کار آوردند تا محمد جمشید خاں با جمع از راجپوتان روشناس بہمراہ راؤ دلت و چندے دیگر بکار آمدند -

یہی مؤرخ سنہ ۴۶ جلوس کے واقعات میں لکھتا ہے:-

اوائل ذی الحجہ سنہ چہل و شش سنہ جلوس راجہ جے سنگھ کہ عمر او بحد بلوغ رسیدہ بود بہ اتفاق مردم پادشاہزادہ یورش نمودہ بحملہ پیاپے کہ از بالا گولہ سنگ اقسام آتشبازی چون تگرگ بلا فاصلہ ریخت راجپوت بسیار و اکثر مردم شاہزادہ بکار آمدند-

یورپین مؤرخ کہتے ہیں کہ ایک راجپوت نے بھی عالمگیر کی حمایت میں انگلی نہ ہلائی - لیکن واقعہ یہ ہے کہ نہ صرف فوجی راجپوت بلکہ راجپوتوں کے بڑے بڑے راجہ مہاراجہ اخیر وقت تک عالمگیر

کے ساتھ فوجی مہمات میں شریک ہو اور مرہٹوں کے پامال کرنے میں وہ مسلمان افسروں کے داہنے ہاتھ تھے راجپوتوں کی اصلی طاقت جودھ پور جے پور اودیپور تھی۔ اودیپور کے دو شاہزادے خود عالمگیر کی فوج میں معزز عہدوں پر ممتاز تھے اور اخیر وقت تک ساتھ رہے چنانچہ ۲۳ سنہ جلوس میں ان میں سے اندر سنگھ دو ہزاری اور بہادر سنگھ کو ایک ہزاری و پانصدی کا منصب عطا ہوا[1] یہ دونوں بھی رانا راج سنگھ کے بیٹے تھے جس نے ۲۵ سنہ جلوس میں وفات پائی تھی اور اسکے مرنے پر اس کے بیٹے رانا جے سنگھ کو عالمگیر نے خلعت ماتم عطا کیا تھا۔ اندر سنگھ جو جسونت سنگھ رئیس جودھ پور کا عزیز تھا جسونت سنگھ کے انتقال کے بعد عالمگیر نے اسکو راجہ کا خطاب دیا اور دکن کی مہمات پر مامور کیا اُس نے نہایت وفاداری سے اپنی خدمت انجام دی چنانچہ ۳۸ سنہ جلوس میں اسکو سہ ہزاری کا منصب ملا[2] مان سنگھ راٹھور جس کو چہار ہزاری کا منصب حاصل تھا ۲۵ سنہ جلوس عالمگیری میں ذوالفقار خاں کے ساتھ دکن کی سب سے مشہور جنجی کی مہم پر مامور ہوا[3] جے پور کے رئیسوں کی وفاداری یورپین مورخوں نے تسلیم کی ہے۔ ماثر الامرا میں اور بہت سے راجپوت راجاؤں اور ان کے تفصیلی حالات درج ہیں جو عالمگیر کے ساتھ دکن کی مہمات میں شریک تھے اور نہایت وفاداری اور جانبازی کے ساتھ خود اپنے ہم مذہب مرہٹوں سے لڑتے تھے تکیبی شاعر نے اکبر کے زمانے میں کہا تھا ؎

چناں در عہد او احوال دیدم   کہ ہندو میزند شمشیر اسلام

یہ شعر نہ صرف اکبر بلکہ عالمگیر کے زمانہ میں بھی سچ تھا اور اگر آج اسلامی سلطنت ہوتی تو آج بھی سچ ہوتا۔ غور کرو ان واقعات کے ثابت ہونے کے بعد جے پور، جودھ پور کے فرماں روا عالمگیر کے ساتھ دکن میں مرہٹوں کے ساتھ لڑائیاں لڑ رہے ہیں راجپوت فوجیں مسلمانوں کے ساتھ برابر شریک ہیں۔ راجپوت افسروں کو سہ ہزاری و چہار ہزاری

۱؎ ماثر عالمگیری صفحہ ۲۰۵ مطبوعہ کلکتہ ۲؎ ماثر الامرا ذکر رام سنگھ ۳؎ ماثر الامرا ذکر ردیف سنگھ ۱۲

منصب عطا ہوتے ہیں - اودے پور کا راجہ نابالغ ہونے کے ساتھ اس بے جگری سے مرہٹوں کا مقابلہ کرتا ہے تو کیا یوروپین مورخوں کے اس قول میں سچائی کا کچھ بھی شائبہ ہے کہ عالمگیر نے راجپوتوں کو اس قدر ناراض کر دیا کہ وہ پھر کبھی تیموری علم کے نیچے نہ آئے ؎

داستان عہد گل را بشنو از مرغ چمن ۔ زاغہا آشفتہ کے گفتند ایں افسانہ را

اورنگ زیب عالمگیر

اور ہندوؤں کی عام ناراضی کے اسباب

عالمگیر کے جرائم میں یہ سب سے بڑا جرم بلکہ مجموعہ جرائم ہے کہ عالمگیر نے ہندوؤں کو ملازمت سے یک قلم برطرف کر دیا۔ ان کے مذہبی میلے ٹھیلے موقوف کر دیے ان کی درسگاہیں بند کرا دیں اور جزیہ لگایا ان کے بتخانے توڑ دادیے - غرض اس حد تک ان کو ستایا کہ وہ زبان حال سے بول اٹھے ؎

آں قدر جور کن کہ گر جائے ۔ گفتہ آید کسی اعتماد کند

ان جرائم کا یہ حال ہے کہ بعض جزئی اور مختلف الحالۃ واقعات ہیں مخالفین نے ان کو عام کر دیا ہے بعض کی تعبیر غلط کی ہے بعض کے ناگزیر اسباب ہیں چنانچہ ہم ایک ایک کو الگ الگ بیان کرتے ہیں لیکن سب سے پہلے ایک ضروری امر کا تذکرہ کرنا ضرور ہے - اکبر نے جو پالیسی قائم کی اس نے ہندوؤں کو تخت سلطنت کا شریک بنا دیا - لیکن بایں ہمہ چونکہ اکبر کی سطوت اور جبروت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا ہندوؤں نے اپنی حد سے آگے قدم نہیں بڑھایا جہانگیر کی نرمی اور سرمستی نے ان کو جرأت دلائی اور اب انکی خودسری کے جوہر کھلنے لگے جہانگیر کے اشارے سے نرسنگھ دیو بندیلہ نے جہانگیر کی ولیعہدی کے زمانے میں ابوالفضل کو دھوکے سے قتل کر دیا تھا اور اس کا مال و اسباب اور شاہی خزانہ جو ساتھ تھا لوٹ لیا تھا جب جہانگیر تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس کارگذاری کے صلہ میں نرسنگھ دیو نے متھرا میں بت خانہ بنانے کی اجازت طلب

کی جہانگیر نے اجازت دی نرسنگ نے خاص اُس روپے سے جو ابوالفضل کی غارت گری سے ہاتھ آیا تھا بت خانے کی تعمیر کی شیر خاں لودی جو ابوالفضل کو ملحد قرار دیتا ہے اس بات سے خوش ہے کہ ملحد کے مال سے بت خانہ بنا تو گویا مال حرام بود بجائے حرام رفت - اس واقعہ کو ان الفاظ میں لکھتا ہے

آں ضال مضل (ابوالفضل) در دکن باشارۂ نورالدین محمد جہانگیر در ملک راجہ نرسنگ دیو بقتل رسید و مال ہائے کہ دست آویز بے راہے گرد آوردہ بود در اہتمام راجہ مذکور رسید منود کہ در سوا د شہر متھرا ساختہ بود صرف گردید و حکم کریمہ الخبیثات للخبیثین بہ ظہور پیوست آخر ایں بت خانہ نیز بہ تیشہ حکم حضرت عالمگیر بادشاہ با خاک برابر شد۔[1]

اکبر کے زمانہ میں باایں ہمہ آزادی مذہبی غالبًا کوئی نیا بت خانہ تعمیر نہیں ہوا جہانگیر اگرچہ اکبر کی نسبت متعصب تھا چنانچہ کوٹ کانگڑہ کی فتح میں گاؤ کشی کی رسم قائم کرنے پر خوشی کا اظہار کیا ہے تاہم چونکہ حکومت میں وہ زور نہیں رہا تھا صرف بنارس میں متعدد نئے بت خانے تعمیر ہوئے - چنانچہ تفصیل اسکی آگے آئے گی - اس واقعہ کے اظہار سے ہمارا یہ مقصد نہیں کہ ہم مذہبی آزادی کے خلاف ہیں بلکہ یہ ظاہر کرنا ہے کہ یہ واقعہ آیندہ واقعات کا پیش خیمہ تھا غرض اب ہندوؤں نے علانیہ مسلمانوں پر تعدی اور ظلم شروع کیا نوبت یہاں تک پہنچی کہ اہل مسلمات عورتوں سے بہ جبر شادی کرتے تھے اور ان کو گھر میں ڈال لیتے تھے اس سے بڑھکر یہ کہ مسجدوں کو توڑ کر اپنی عمارتوں میں داخل کرتے تھے شاہ جہاں نامہ عبدالحمید لاہوری جو شاہ جہاں کی شاہی تاریخ ہے اور خود شاہ جہاں کے حکم سے لکھی گئی ہے اس میں یہ واقعہ نہایت تفصیل سے لکھا ہے چنانچہ اسکی عبارت یہ ہے:-

و چوں رایات جلال بہ حوالی گجرات پنجاب رسید جمعے از سادات و مشائخ آں قصبہ استغاثہ نمودند کہ برخے از کفار نابکار حرائر و آمائے مومنہ را در تصرف دارند و چندے از اہل

---

[1] تذکرہ مرات الخیال شیر خاں لودھی مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۱۲۵ و ۲۶۰-

مساجد بہ تعدی در عمارت خود آوردہ بنا بر آں شیخ محمود گجراتی کہ از اندک دانش بہرہ ور
است داروغگی مردم **جدید الاسلام** بر دمقرر رخصت یافت تا بعد از ثبوت تسلّط
مسلمہ را از تصرف کفار آرد و مساجد و عمارات آں ملاعین جدا سازد و مطابق حکم
بہ عمل آوردہ نہصاد حرہ و جاریۂ مومنہ را از تصرف کفر بر آورد و ہر جا کہ مسجدے در زیر
عمارت ہنود آمدہ بعد از تحقیق آں را افراز نمودہ قدرے از آں جا بہ طریق جرمانہ گرفتہ
دستور سابق مسجد ساختہ پس از آں کہ ایں ماجرا بہ مسامع جلال رسید برطبق نفاذ صادر
شد کہ بدستور قدیم ہر کہ مسلمان شود مسلمہ را بعقد مجدد باز گذارند پس از ورود فرمان
جمعے از سعادت یاوری بہ پایۂ اسلام رسیدہ زنان مسلمہ را بہ نکاح جدید متصرف گشتند
و حکم شد کہ در کل ممالک محروسہ ہر جا چنیں واقع شدہ باشد بدیں دستور عمل نمایند
چنانچہ اناث بسیار از دست کفار برآمدہ در نکاح مسلمان در آمدند و گروہی از کفار بہ قبول
دین مبین از آتش دوزخ رہائی یافت و بتخانہ ہا منہدم گردید بجائے آں مساجد بنا یافت[1]

ان واقعات کو دیکھو اور غور سے دیکھو۔ شاہ جہاں نہایت پرجوش مسلمان تھا اور ہر موقع پر اس کا اظہار ہو چکا تھا۔ ۶ جلوس میں اس نے بنارس کی جدید تعمیر شدہ بت خانے تڑوا دیے تھے۔ باوجود اس کے ہندوؤں کا یہ زور قائم ہو چکا تھا کہ جبر اور زبردستی سے مسلمان عورتوں کو گھر میں ڈال لیتے تھے اور ان سے نکاح کرتے تھے مسجدوں کو توڑ کر بت خانہ اور عام عمارتیں بنواتے تھے۔ شاہ جہاں کو خبر ہوئی تو اس نے کوئی عام سزا نہیں دی بلکہ صرف یہ کیا کہ عورتوں کو ہندوؤں کے قبضے سے نکال لیا اور جن مسجدوں کو گرا کر بتخانہ بنایا تھا بدستور پھر مسجدیں بنا دیں۔ شاہ جہاں جب تک زور اور قوت کے ساتھ حکمرانی کرتا رہا۔ ہندوؤں کی تعدیاں رکی رہیں لیکن اخیر شاہ جہاں کے بجائے تمام اختیارات

[1] شاہ جہاں نامہ مطبوعہ کلکتہ جلد دوم واقعات سنہ جلوس صفحہ ۵۷ و ۵۸ اس عبارت میں جن بت خانوں کے گرانے کا ذکر ہے وہی ہیں جو مسجد تھے اور ہندوؤں نے گرا کر بتخانے بنا لیے تھے۔

دارا شکوہ کے ہاتھ میں آگئے دارا شکوہ کا یہ حال تھا کہ علانیہ ہندو پن کا اظہار کرتا تھا اپنشد کا جو ترجمہ کیا ہے اس میں صاف لکھا ہے کہ قرآن مجید اصل میں اپنشد میں ہی چنانچہ اسکی عبارت ذیل ہے۔

از یں خلاصہ قدیم کہ بے شک و شبہ اولیں کتب سماوی و سرچشمہ توحید ست وقدیم ست کہ انہ لقران کریم فی کتاب مکنون لا یمسہ الا المطهرون تنزیل من رب العالمین یعنی قرآن کریم در کتاب ست کہ آن کتاب پنہاں ست و درا تلاوت نمی کنند مگر دے کہ مطہر باشد ذنازل شدہ از پروردگار عالم شخص و معلوم می شود کہ ایں آیت در حق زبور و توراۃ انجیل نیست چوں ایں کمت کہ سر پوشیدنی ست اصل ایں کتاب است و آیت ہائے قرآن مجید بعینہ دراں یافتہ می شود پس تحقیق کہ کتاب مکنون ایں کتاب ست قدیم شد۔

اب غور کرو وہ ہندو جن کو اکبر شریک سلطنت کر چکا تھا جو جہانگیر کے زمانہ میں مسلمانوں کے مال سے بت خانے تعمیر کرتے تھے جو شاہ جہاں کے عہد میں مسجدوں کو توڑ کر بتخانے بنواتے اور مسلمان عورتوں سے بجبر نکاح کرتے تھے جو اپنے پاٹ شالوں میں مسلمان بچوں کو اپنے مذہب کی تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ خود عالمگیر کے عہد حکومت میں اسکی تخت نشینی کے بارھویں سال تک یہ طریقہ جاری رہا (تفصیل آگے آئیگی) اب دارا شکوہ کے سایۂ حمایت میں ان کے زور و قوت تسلط و اقتدار جبر و تعدی، جور و ستم کا مقیاس الحرارت کس درجے تک پہنچا ہوگا یاد رکھو یہی ہندو تھے جن سے عالمگیر کو سابقہ پڑا تھا اب ہم اصل مباحث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں

ہندوؤں کی ملازمت سے علحدگی یوروپین مورخوں نے اپنی معمولی عادت کے موافق اس واقعہ کی اصلی ہیئت بدل دی ہے یعنی عالمگیر نے تمام ہندوؤں کو سرکاری ملازمتوں سے موقوف کردینا چاہا گو ایسا نہ کر سکا۔ الفنسٹن صاحب لکھتے ہیں مگر یہ گشتی حکم بھی جائے حاکموں اور اختیار والوں کے پاس بھیجا کہ آئندہ سے ہندو بھرتی نہ کئے جائیں اور ان تمام عہدوں پر مسلمان بھرتی کئے جائیں جو تمہاری تحت حکومت میں ہو دیں لیکن واقعہ

صرف اسقدر ہے سنہ ۱۰۸۲ھ میں اسنے یہ حکم دیا تھا کہ صوبہ داروں اور تعلقہ داروں کے پیشکار اور دیوان نیز محالات خالصہ کے مال گذاری وصول کرنے والے ہندو نہ مقرر کیے جایئں چنانچہ خافی خان لکھتا ہے۔

صوبہ داران و تعلقہ داران پیشکاران و دیوانیان ہنود را برطرف نمودہ مسلمانان مقرر نمایند و کردری محالات خالصہ مسلمانان می نمودہ باشند۔

یہ ظاہر ہے کہ ان عہدوں پر اکثر کایستھ مقرر ہوتے تھے جو رشوت لینے میں مشہور ہیں اس حکم کو مذہبی تفریق سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن یہ حکم بھی قائم نہ رہا بلکہ اس کی اصلاح اس طرح کر دی گئی کہ ایک پیشکار ہندو اور ایک مسلمان مقرر کر دیا جائے خافی خان لکھتا ہے۔

بعد چنان قرار یافت کہ از جملہ پیشکاران دفتر دیوانی و بخشیان سرکار یک پیشکار مسلمانان و یک ہندو مقرر می نمودہ باشند[1]۔

اس انتظام سے اس کے سوا اور کیا مقصد ہو سکتا تھا کہ ہندوؤں کی رشوت خواری اور غبن کی نگرانی رہے۔ ورنہ اگر مذہبی تعصب اس کا باعث ہوتا تو ہندوؤں کے شریک کرنے سے اسکو کیا تعلق تھا یہ بحث اگرچہ یہیں تک ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن چونکہ یوروپین مورخوں نے نہایت بلند آہنگی سے اس واقعہ کو غلط مشہور کیا ہے۔ اس لیے ہم عالمگیر کے ہندو عہدہ داروں کی ایک فہرست اس موقع پر درج کرتے ہیں اس فہرست کے متعلق امور ذیل ملحوظ رکھنے چاہییں۔

(۱) یہ فہرست سرسری طور سے ماثر عالمگیری سے تیار کی ہے جو عالمگیر کے حالات میں سب سے مقدم تاریخ ہے (۲) صرف ان عہدہ داروں کو لیا ہے جو بڑے بڑے عہدوں پر مامور تھے عام عہدہ داروں اور اہل فوج کا ذکر نہیں (۳) صرف ان عہدہ داروں کو لیا ہے جو اس زمانے کے بعد مقرر ہوئے ہیں یا اس کے بعد تک رہے ہیں۔ جب سے عالمگیر کے تعصب کا ظہور کا وقت بیان کیا جاتا ہے (۴) ان عہدہ داروں میں اکثر ہندوؤں کی مہم پر مقرر کیے گئے

[1] خافی خان حالات عالمگیری صفحہ (۲۵۲)

ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اکبر کے زمانے میں ہندو مسلمانوں کے ساتھ ہوکر خود اپنے ہم مذہبوں سے لڑتے تھے عالمگیر کے عہد تک یہ طریقہ قائم رہا۔

(۵۱) ان میں سے بعض آنریری عہدہ دار تھے اور فخر کے لحاظ سے عہدہ قبول کرتے تھے

نام عہدہ دار	ولدیت وغیرہ	سنہ تقرر یا اضافہ عہدہ یا عطائے منصب
راجہ بھیم سنگھ	راج سنگھ مہارانا اودے پور کا بیٹا اور مہارانا جے سنگھ کا بھائی تھا۔	(سنہ جلوس عالمگیری مراد ہے) سنہ ۲۱ جلوس عالمگیری میں دکن میں آیا۔ اور برہان پور کی مہم میں شریک ہوا سنہ ۳۰ میں پنجہزاری کے منصب تک پہنچ کر مر گیا۔
اندر سنگھ	جے سنگھ مہارانا اودے پور کا بھائی تھا۔	سنہ ۴۳ میں دوہزاری ہوا اور سنہ ۴۹ میں سہ ہزاری پر اضافہ ہوا۔
بہادر سنگھ	″	سنہ ۴۳ میں ایک ہزار و پانصدی ہوا۔
راجہ مان سنگھ	پسر راجہ روپ سنگھ	سنہ ۲۶ میں ماندل پور و بدھنور کا فوجدار مقرر ہوا سنہ ۴۶ میں سہ ہزاری تک پہنچا۔
ہیلاجی	سیواجی کا داماد تھا	سنہ ۲۹ میں پنجہزاری منصب اور علم و نقارہ وغیرہ ملا
ارجوجی	سنبھا پسر سیواجی کا عم زاد بھائی	سنہ ۳۸ میں منصب دوہزاری
مانکوجی	سنبھا کے نوکروں میں تھا	سنہ ۳۱ میں منصب دوہزاری
راؤ انوپ سنگھ	پسر راؤ کرن	سنہ ۳۱ میں خلعت ملازمت ملا
راجہ انوپ سنگھ		سنہ ۳۱ میں سکر کا قلعہ دار مقرر ہوا
راجہ اودیہ سنگھ		سنہ ۳۶ میں ایرج کا فوجدار اور دو نیم ہزاری ہوا

لہ یہ وہ پرگنے ہیں جو مہاراجہ اودے پور نے چڑھنے کی عوض میں دئے تھے ۱۲

نام عہدہ دار	ولدیت وغیرہ	سنہ تقرر یا مراجعہ عہدہ یا عطائے منصب
اودے سنگہ	قلعہ کھیلنا کا قلعہ دار تھا	سنہ [illegible] میں سہ ہزاری و پانصدی ہوا۔
باسدیو سنگہ	چندن کالر کا زمیندار تھا	۹ سنہ [illegible] میں سہ ہزاری ہوا۔
کانہوجی سرکیہ		پہلے پنجہزاری تھا سنہ ۹ [illegible] میں [illegible] ہزاری کا اضافہ ہوا
سترسال بندیلہ		سنہ [illegible] میں قلعہ [illegible] کا قلعہ دار ہوا۔
بشن سنگہ	پسر کنور کشن سنگہ پسر راجہ رام سنگہ	۲۵ سنہ میں [illegible] ہزار و [illegible] صد سوار ہوا۔
رام چند	کتالوں کا تھانہ دار تھا	سنہ میں دو نیم ہزاری ہوا۔
کوک چند	نائب و ملازم شاہزادہ اعظم شاہ	۲۹ سنہ میں بہار سنگہ کے [illegible] میں رائے [illegible] کا خطاب ملا۔
جاکو نجارہ		۴۲ سنہ میں پنجہزاری منصب ملا۔
جکیا	نصرت آباد کا دیسکھ تھا	۵ سنہ میں سہ ہزاری ہوا۔
درگا داس راٹھور		۲۹ سنہ میں سہ ہزاری کا منصب [illegible] بحال ہوا۔
روپ سنگہ	ولد راجہ اودت سنگہ	۱ سنہ میں ایک سہ ہزاری منصب پر ترقی ہوئی
سوبھان	تارہ کا قلعہ دار تھا	۴۲ سنہ میں [illegible] ہزاری منصب مع خلعت [illegible]
شیو سنگہ	راہیری کا قلعہ دار تھا	سنہ [illegible] میں [illegible] نیم ہزاری ہوا۔
ماندھانا	پسر راؤ کا تھو [illegible] نصرت جنگ	سنہ [illegible] میں [illegible] کی [illegible] پر [illegible] ہوا۔
کشور داس	ولد منوہر داس گور	سنہ [illegible] میں شولاپور کا قلعہ دار ہوا
راجہ کلیان سنگہ	بہدادر کا زمیندار تھا	سنہ [illegible] میں حاضر دربار ہو کر ہفت صدی [illegible] صدی کا اضافہ ہوا۔

اس فہرست میں بعض او باتیں لحاظ کے قابل ہیں سب سے مقدم یہ کہ اس میں مہارانا اودیپور

کے بیٹے اور بھائی بھی موجود ہیں اور اس سے عجیب تر یہ کہ سیواجی کے متعدد عزیز اور رشتہ داروں کے نام نظر آتے ہیں حالات پڑھو تو معلوم ہوگا کہ یہ صرف نام کے عہدے نہ تھے بلکہ معرکوں میں حیرت انگیز جانفشانیاں دکھاتے تھے - ان عہدہ داروں میں ہر قسم کے عہدہ دار ہیں یعنی فوجی بھی ملکی بھی - غور کرو فوجوں کی افسری قلعوں کی قلعہ داری اضلاع کی نظامت وفوجداری ان سے بڑھ کر ذمہ داری اور اعتماد کے کیا عہدے ہو سکتے ہیں یہ سب عہدے ہندوؤں کو حاصل تھے ان واقعات کے بعد **لین پول** صاحب کے اس واقعہ پر ایک دفعہ اور نظر ڈالو کہ :-

راجپوتوں نے عالمگیر کی حمایت میں ایک انگلی بھی ہلائی نہ چاہی "

جزیہ لگانا یہ الزام اس لئے قائم کیا جاتا ہے کہ لوگ جزیہ کی حقیقت اور ماہیت سے واقف نہیں - جزیے پر ہم نے ایک مفصل علیحدہ رسالہ لکھا ہے جس کا انگریزی میں بھی ترجمہ کیا گیا ہے - اس کے دیکھنے سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ جزیہ کوئی ناگوار چیز نہ تھی بلکہ غیر قوموں کے حق میں رحمت تھی اس میں شک نہیں کہ ہندوؤں نے اس سے ناراضی ظاہر کی - لیکن ظاہر ہے کہ جو محصول ایک مدت سے موقوف ہو چکا تھا اس کا نئے سرے سے قائم کیا جانا کیونکر گوارا ہو سکتا تھا -

میلوں کا موقوف کرنا اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ عالمگیر نہایت روکھا پھیکا آدمی تھا - اس کو میلوں ٹھیلوں - ناچ ، رنگ - گانے ، بجانے ، شراب ، کباب اور تمام ظاہری نمائش و تکلفات سے نفرت تھی اور وہ سمجھتا تھا کہ ان چیزوں سے اخلاق پر برا اثر پڑتا ہے اس نے خانگی جھگڑوں سے فارغ ہونے کے بعد ہی اس طرف توجہ شروع کی - سلاطین تیموریہ کے آئین میں داخل تھا کہ بڑے بڑے مشہور گویے دربار میں ملازم رہتے تھے - بادشاہ ہر روز ایک وقت خاص اس تفریح میں بسر کرتا تھا - اسی طرح دربار میں شعراء و منجمین نوکر تھے عالمگیر نے سب سے پہلے حکم دیا کہ گویے دربار نہ آئیں

لیکن گانے بجانے پھر سرے سے موقوف کر دیئے۔ ملک الشعرائی کا عہدہ توڑ دیا۔ منجمین نکال دیئے گئے۔ دربار میں آداب و کورنش کا جو طریقہ تھا موقوف کر دیا بادشاہ جھروکے میں بیٹھ کر اپنے درشن کراتا تھا اور اس سے ایک خاص درشنی فرقہ پیدا ہو گیا تھا جو بغیر بادشاہ کی زیارت کئے ہوئے کچھ کھاتا پیتا نہ تھا یہ رسم بھی حالانکہ سلطنت کے لئے مفید تھی۔ موقوف کر دی محرم میں تابوت نکالا جاتا تھا ۱۰۷۹ھ میں برہان پور میں تابوت کے گشت کے متعلق دو گروہوں میں مٹ بھیڑ ہو گئی اور بلوۂ عظیم ہوا اور بڑی خونریزی ہوئی یہ سنکر حکم دیا کہ تابوت نہ نکالے جائیں۔ اسی مد میں ہندوؤں کے میلے ٹھیلے بھی بند کر دیئے بدگمان مورخوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اُس نے تعصبِ مذہبی کے لحاظ سے ایسا کیا۔

مدارس کا بند کرانا

ایرانی مورخین جو عالمگیر کی ہر بات کو عیب کے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں اس بات کے عادی ہیں کہ مختص الحالہ واقعات کو عام کر کے دکھائیں اوپر تم پڑھ آئے ہو کہ شاہ جہاں کے زمانے میں ہندو مسلمانوں پر جبر کرنے لگے تھے دارا شکوہ کے طرزِ عمل نے اُن کو اور جری کر دیا تھا۔ وہ اپنے پاٹ شالوں میں مسلمان بچوں کو اپنے مذہبی علوم سکھاتے تھے اور ایسی ترغیب دیتے تھے کہ دور دور سے مسلمان ان کے مدرسوں اور پاٹ شالوں میں آتے تھے۔ عالمگیر نے انہی مدرسوں کو بند کرایا تھا۔ بدگمان مورخوں نے یہ لکھ دیا کہ ہندوؤں کے تمام مدرسے اور عبادت گاہیں ڈھا دیں تاہم ان کی تحریر میں بھی اصلیت کا سراغ لگ جاتا ہے۔ مآثرِ عالمگیری اس واقعہ کو ان الفاظ میں لکھتا ہے۔

> بعرض خداوند دین پرور رسید کہ در صوبہ ٹھٹھہ و ملتان۔ خصوص بنارس برہمنان بطالت نشان در مدارس مقرر بہ تدریس کتب باطلہ اشتغال دارند و راغبان طالبان از ہنود و مسلمان مسافت ہائے بعیدہ طے نمودہ جہت تحصیل علم شوم نزد آں جماعت گمراہ

۱؎ خافی خان نے اس واقعہ کو تفصیل سے لکھا ہے دیکھو صفحہ ۲۱۳ و ۲۱۴۔

می آیند احکام اسلام نظام بہ ناظمان کل صوبجات صادر شد کہ مدارس و معابد بے
دینا دست خوش انہدام سازند و تباکید اکید طور درس و تدریس و رسم **شیوع مذاہب**
کفر انیان بر اندازند[1]-

اس عبارت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کن وجوہ سے یہ حکم دیا گیا تھا اور اسکی کیا غرض تھی لیکن متعصب مورخ نے اس حکم کو عموم کے پیرائے میں لکھدیا اور یہ انکی عام عادت ہے عالمگیر نے بعض خاص ملازمتوں سے ہندوؤں کو موقوف کیا تھا جس کا ذکر اوپر گزر چکا- لیکن یہ مورخ کہتا ہے کہ ہندو اہل قلم سرے سے موقوف کردے گئے- چنانچہ خافی خاں کتاب میں لکھتا ہے کہ ہنود اہل قلم یک قلم از عمل معزول گشتہ بودند صفحہ ۵۲۸ اپچھلے مورخوں نے بھی اس کا اعتبار نہیں کیا خافی خان عالمگیر کے ان احکام کو بھی کھول کر لکھتا ہے جو اس نے ہندوؤں کے خلاف دے تھے لیکن اس واقعہ کا ذکر نہیں کرتا-

بت شکنی الزامات عالمگیر کی فہرست میں یہ الزام سب سے زیادہ جلی حرفوں میں لکھا جاتا ہے اور کچھ شبہ نہیں کہ اگر عالمگیر نے امن و امان کی حالت میں اپنی رعایا کے بتخانے گرائے ہیں تو وہ اسلام کی حقیقت کو نہیں سمجھا تھا- خلفائے راشدین سے زیادہ کون اسلام کا حامی ہو سکتا ہے- انھوں نے سینکڑوں ہزاروں شہر فتح کیے- دنیا کے بڑے بڑے حصے ان کے زیر حکومت آئے ان کے حالات و واقعات کا ایک ایک حرف اخلاقی رجوع میں موجود ہے- ایک واقعہ بھی منقول نہیں جس میں ان کے ہاتھ سے کسی قسم کے معبد اور پرستش گاہ کو ٹھیس لگی ہو- چنانچہ ہم اس بحث کو نہایت مفصل **حقوق الذمیین** میں لکھ چکے ہیں عالمگیر نے ان سب کے خلاف کیا تو یہ اسکا خاص عالمگیر کا اسلام کا جائز قائم مقام نہیں ہے- لیکن ہم کو غور سے دیکھنا چاہیے کہ واقعہ کی اصلیت کیا ہے ایک بڑی غلطی عموماً یہ ہوتی ہے کہ لوگ آج کل کے تمدن اور معاشرت کی عینک سے پچھلے زمانہ پر نظر ڈالتے ہیں آج کل مذہب اور پالیٹکس بالکل الگ الگ ہیں- گورنمنٹ انگریزی

[1] صفحہ ۲۸۱

اس بات کی بے تکلف اجازت دیتی ہے کہ جس کا جی چاہے شارع عام پر کھڑے ہو کر عیسائی مذہب پر (جو گورنمنٹ ہے) اعتراض اور نکتہ چینیاں کرے اور لوگوں کو اپنے مذہب میں لائے لیکن یہی گورنمنٹ یہ کبھی جائز نہ رکھے گی کہ کوئی شخص مجمع عام میں گورنمنٹ کے طریقہ سلطنت پر اعتراض کرے اور نوکروں کو مخالفت میں اپنا ہم آہنگ بنائے آج مسلمانوں کی مسجدیں اور ہندوؤں کے شوالے کوئی ملکی اثر نہیں رکھتے لیکن قدیم زمانے میں یہی چیزیں بغاوتوں اور ہنگاموں کی صدر مقام بن جاتی تھیں اور یہی بات تھی کہ ہندو اور مسلمان جب دونو قابو پاتے تھے تو ایک دوسرے کی پرستش گاہوں کو صدمہ پہنچاتے تھے تاریخیں بھری پڑی ہیں کہ ہندو راجاؤں نے جب کبھی قوت اور اقتدار حاصل کیا ہے۔ مسجدیں ڈھا کر برباد کردی ہیں۔ علی عادل شاہ دکنی نے ۹۷۲ھ میں رام راج کو جو بیجانگر کا راجہ تھا نظام شاہ بحری کے مقابلے میں اپنی مدد کو بلایا تھا۔ لیکن رام راج جب مدد کو آیا تو خود عادل شاہ کے ملک میں تمام مسجدیں جلا دیں تاریخ فرشتہ میں ہے:۔

علی عادل شاہ ہم در سنہ ست وسبعین ۹۷۲ھ وتسع مآتہ رام راج را بمدد خواندہ بہ اتفاق او بہ صواب احمد نگر نہضت نمود از پرندہ تا جیر و از احمد نگر تا دولت آباد اثر معموری نہ ماند و کفار بیجانگر کہ سالہا ئے دراز طالب چنین منصوبہ بودند دست بیداد دراز کردہ مساجد و مصاحف سوختند۔[1]

اس واقعہ کو مورخ مذکور نے دوسرے موقع پر زیادہ تفصیل سے لکھا ہے۔ یعنی یہ کہ عادل شاہ نے رام راج کو اس شرط سے اپنی مدد کو بلایا تھا کہ کفار مساجد وغیرہ کی بے حرمتی نہ کریں با ایں ہمہ ان لوگوں نے اس کے خلاف کیا۔ چنانچہ اس کے اصلی الفاظ یہ ہیں۔

چوں در دفعہ اول عادل شاہ از ستیزہ حسین نظام شاہ بحری بہ تنگ آمدہ ناچار

[1] تاریخ فرشتہ مطبوعہ نول کشور جلد دوم صفحہ ۳۶۔

رام راج را بہ مد طلبید چناں عہد و شرط در میان آورد کہ کفار بیجانگر بہ واسطہ عداوت دینی اہالی اسلام را مضرت جانی نرسانیدہ دستبرد و دستگیر نہ نمایند و مساجد را خراب نہ گردانند لیکن خلاف آں بہ ظہور آمدہ و کفار نابکار در بلدۂ احمد نگر در تخریب و تعذیب مسلمانان و ہتک حرمت ایشاں دقیقہ نامرعی نہ گذاشتند و چنانکہ گذشت در مساجد فرود آمدہ بت پرستی میکردند و ساز نواختہ سرود میگفتند[1]۔

اس قسم کے اور بہت سے واقعات ہیں جن کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

تم اوپر پڑھ آئے ہو کہ ہندوؤں نے عالمگیر کی سلطنت سے پہلے کس قدر زور پکڑ لیا تھا عالمگیر نے جب اون کی تعدیوں کو روکنا چاہا تو ان میں ایک عام شورش پیدا ہوئی ذیقعدہ ۱۰۷۹ھ یعنی تخت نشینی کے بارھویں برس عالمگیر کو جب اطلاع ملی کہ ہندو مسلمانوں کو اپنے مذہبی علوم پڑھاتے ہیں تو اس نے اس کے انسداد کا حکم دیا۔ اس واقعہ کے مہینہ ہی بھر کے بعد متھرا کے اطراف میں ہندوؤں نے شورش کی جس کے فرو کرنے کے لئے عبدالغنی خاں متھرا کا فوجدار متعین کیا گیا اور مارا گیا اسی زمانے[2] کے قریب یعنی ۱۰۸۰ھ میں بنارس کا بت خانہ کاشی ناتھ اور متھرا کا وہ بتخانہ جو ابوالفضل کی لوٹ سے نرسنگہ دیو نے بنوایا تھا منہدم کرا دئے گئے اس کے بعد اودیپور وغیرہ کے بت خانوں پر آفت آئی ایرانی مخالف مورخوں کو کیا غرض تھی کہ وہ بتخانوں کے انہدام کے ارباب اور وجوہ لکھتے۔ لیکن واقعات ذیل آج بھی معلوم ہیں ان کو فلسفیانہ اصول سے ترتیب دو اصل حقیقت صاف معلوم ہو جائے گی۔

(۱) شاہ جہاں کے ساتویں سال حکومت تک ہندوؤں کا یہ زور تھا کہ مسجدوں کو توڑ کر اپنے تصرف میں لاتے تھے اور شریف مسلمان عورتوں کو بہ جبر گھر میں ڈال لیتے تھے۔

---

[1] صفحہ ۲۷ جلد دوم [2] مآثر عالمگیری ۱۲

(۲) دارا شکوہ جو شاہ جہاں کے اخیر زمانے میں سلطنت کے کاروبار کا مالک ہو گیا تھا ہمہ تن ہندو پرست تھا (۳) عالمگیر کے بارھویں سال حکومت تک ہندوؤں کا یہ حال تھا کہ علانیہ مسلمانوں کو اپنے مذہبی علوم کی تعلیم دیتے تھے (۴) عالمگیر نے جب اس تعلیم کو بند کرنا چاہا تو ہندوؤں میں شورش شروع ہوئی۔ ۱۰۹۰ھ مطابق سال ۲۲ جلوس عالمگیری میں کھنڈیلہ کے راجپوتوں نے شورش کی اور انپر فوج کشی کی گئی اور وہاں کے بت خانے توڑے گئے اسی سال عام شورش برپا ہوئی اور جودھ پور اور اودے پور کی ریاستیں بغاوت کا مرکز بنیں۔

(۵) عالمگیر نے اس بنا پر جودھ پور اور اودے پور پر فوج کشی کی اور وہاں کے بت خانے غارت کرا دئے جسقدر بتخانے توڑے گئے ان ہی مقامات کے توڑے گئے۔ جہاں پر زور بغاوتیں ہوئیں۔ عالمگیر ۲۵ برس تک دکن میں رہا۔ ان ممالک میں ہزاروں بتخانے تھے۔ لیکن کسی تاریخ میں ایک حرف بھی نہیں مل سکتا کہ اس نے کسی بت خانے کو ہاتھ بھی لگایا ہو الورہ کے مشہور مندر میں سینکڑوں تصویریں اور بت ہیں عالمگیر اسی نواح میں الورہ سے ۲ میل دو میل کے فاصلہ پر مدفون ہے۔ بڑے بڑے بزرگان دین کا یہاں مزار ہے جو عالمگیر سے بہت پہلے گذرے لیکن یہ بت اور تصویریں آج تک موجود ہیں مآثر عالمگیری کا مصنف جو خود عالمگیر کا ایک عہدہ دار تھا اور جس کو بتخانوں کے توڑنے کے ذکر میں مزہ آتا ہے اور مزے لے لیکر اس کا ذکر کرتا ہے الورہ کا ذکر نہایت تعریف کے ساتھ کرتا ہے اور اخیر میں لکھتا ہے۔ بدیع سیر گاہے ست نظر فریب جزبہ دیدن تحریر براہمت راست نیاید خامہ تا کجا صفواحبار برآید، یوروپین اور ہندو مورخ کہتے ہیں کہ عالمگیر نے چونکہ بتخانے گرائے اس لئے بغاوت ہوئی لیکن واقعہ یہ ہے کہ بغاوت ہوئی اس لئے بتخانے گرائے گئے عالمگیر کا گرانا ایسا ہی تھا جیسے کہ آج ایسے روشن زمانے میں مہدی سوڈانی کے مقبرے کو برباد کرا دیا۔ شہ جلوس میں جب ہندوستان میں اہمیت

داماں قائم ہو گیا اور عالمگیر دکن کو روانہ ہو گیا تو بتخانوں کے گرانے کا ایک واقعہ بھی کہیں تاریخوں میں نظر نہیں آتا۔ دکن میں اسلامی سلطنتوں یعنی گول کنڈہ اور بیجاپور سے مقابلہ تھا اس لئے کسی بتخانے سے تعرض نہیں کیا گیا۔ ورنہ اگر مذہبی تعصب ہوتا۔ تو یہاں اس کا سب سے اچھا موقع تھا۔ عالمگیر تو خیر بقول مخالفوں کے متعصب تھا۔ لیکن نہایت عادل اور غیر متعصب بادشاہ شاہ جہاں کو بھی ایسے موقع پر عالمگیر بننا پڑا۔ شاہ جہاں نامہ عبدالحمید لاہوری میں جو خود شاہ جہاں کی زیر نگرانی لکھا گیا ہے۔ یہ واقعہ ان الفاظ میں مذکور ہے:۔

چوں پیشتر بہ عرض اقدس رسیدہ بود کہ در ایام دولت حضرت جنت مکانی (یعنی جہانگیر) در بنارس کہ منشائے کفر و ضلال و منتہائے زور و بال ست، بتخانہ بسیار احداث یافتہ ناتمام ماندہ است و برخے از متمولان کفرہ بجزمی خواہند کہ بہ اتمام رسانند شہنشاہ دین پناہ حکم فرمودہ بودند کہ چہ بنارس وچہ دیگر محال ممالک محروسہ ہر جا بتخانہ احداث یافتہ باشد آن را بر اندازند دریں ولا از عرضداشت وقائع نگار صوبہ الہ آباد معروض گشت کہ ہفتاد و شش بتخانہ در خطہ بنارس بہ خاک برابر گردید[1]

شاہجہاں کوئی متعصب بادشاہ نہ تھا۔ لیکن وہ جانتا تھا کہ اس کثرت سے نئے نئے بتخانوں کو بلا اجازت تعمیر کرانا۔ اسی سلسلے میں داخل ہے جس کی بدولت **ہندو اسلامی** مساجد و معابد کو بت خانے بنانے کی جرات کرنے لگے ہیں۔ چنانچہ اس نے بت خانوں کو تڑوا کر ہندوؤں کی ملکی قوت کا استیصال کر دیا۔

عالمگیر نے بھی یہی بلکہ اس سے کم کیا اس نے بنارس کا صرف ایک بتخانہ تڑوایا اور متھرا کا وہ بت خانہ جو مسلمانوں کے مال سے بنایا تھا اگر یہ جرم ہے تو ہم عالمگیر کو اس جرم سے نہیں بچا سکتے

---

[1] شاہ جہاں نامہ مطبوعہ کلکتہ جلد اول صفحہ ۴۵۲ حالات ۱۰۴۲ھ جلوس شاہ جہاں ۱۲

اورنگ زیب عالمگیر

باپ اور بھائیوں کے معاملات

عالمگیر کے فرد جرم کا یہ سب سے اخیر نمبر ہے لیکن اس کے دامن اوصاف کا سب سے زیادہ بدنما داغ ہے اور جرائم کی نسبت عالمگیر کا ایک حامی کہہ سکتا ہے کہ اگر غیر سلطنتوں کا تسخیر کرنا جرم ہے تو مجرموں کی صف میں سکندر اور نپولین کو سب آگے کھڑا کرنا چاہئے اگر مرہٹوں کی بغاوت کا دبانا گناہ ہے تو پہلا مجرم شاہ جہاں صاحبقران ثانی ہے اگر راجپوت ریاستوں پر لشکرکشی کرنا الزام ہے تو فرد جرم میں سب سے اوپر اکبر اعظم کا نام ہونا چاہئے جس نے سب سے پہلے چتوڑ پر چڑھائی کی اور اس وقت تک اس ارادے سے باز نہ آیا۔ جب تک راجہ زادیاں تیموری حرم میں نہ آئیں۔

اگر ہندوؤں کو بڑے معزز عہدے نہ دینا خلاف انصاف ہے تو یورپ کی نسبت کیا کہا جائے گا جس نے آج تک اپنی قوم کے سوا کسی کو وزارت یا سپہ سالاری کے عہدے پر ممتاز نہیں کیا۔ لیکن عالمگیر کا حامی اس کا کیا جواب دے سکتا ہے کہ عالمگیر کے دامن پر بھائیوں کے خون کی چھینٹیں ہیں اور اس کے مظلوموں میں خود اس کا نامور باپ یعنی شاہ جہاں بھی قید خانے کی کڑیاں جھیل رہا ہے بے شبہ ہمکو نہایت ٹھنڈے دل سے بے رو رعایت ان جرائم کی تحقیقات کرنی چاہئے۔ اور نہایت احتیاط رکھنی چاہئے کہ میزان عدل کا پلہ طرف داری کے رُخ نہ جھک جائے۔ عالمگیر کے حالات کے متعلق آج بہت سی کتابیں موجود ہیں۔ لیکن اصول تاریخ کی رو سے ہم کو صرف ان کتابوں پر اعتماد کرنا ہوگا جو عین عالمگیر کے عہد میں لکھی گئی ہیں اس قسم کی کتابیں حسب ذیل ہیں۔

عالمگیر نامہ کاظم شیرازی۔ اس میں ابتدا سے دس برس تک کے حالات ہیں اس کا مسودہ خود

عالمگیر کو دکھا لیا جاتا تھا مآثر عالمگیری مستعد خاں ساقی کی تصنیف ہے جو عالمگیر کا عہدہ دار تھا دس برس اوّل کے حالات اس نے صرف عالمگیر نامے کے حوالے سے لکھے ہیں اور اسی کو مختصر کردیا ہے منتخب اللباب خافی خان اس کا باپ عالمگیر کی فوج میں شریک تھا خود خافی خان بھی اخیر زمانے میں عالمگیری عہدہ داروں میں داخل ہوگیا تھا۔ یہ کتاب عالمگیر کی وفات کے دس برس بعد لکھی گئی ہے (یہ تینوں کتابیں کلکتہ میں چھپ گئی ہیں۔

واقعات عالمگیری عاقل خاں کی تصنیف ہے جو عالمگیری امرا میں ہے۔ یہ کتاب گو عالمگیر کے زمانے میں لکھی گئی۔ مگر اس کو چھپا کر لکھی گئی۔ چنانچہ خافی خاں نے خود تصریح کی ہے۔ اور اس بنا پر نہایت آزادی سے پوست کندہ حالات لکھے ہیں۔

سفرنامہ ڈاکٹر برنیر اس نے اپنے چشم دید حالات لکھے ہیں۔ فیاض القوانین اس میں سلاطین ہندوستان و ایران اور مرزا مراد شجاع عالمگیر اور امرائے تیموریہ کے خطوط ہیں اس حالت کے ہیں جبکہ وہ عالمگیر کے ساتھ مل کر دارا شکوہ کے مقابلے پر جانے کی تیاریاں کر رہا تھا ان خطوط وفرامین کو ملا فیاض نے ۱۰۷۴ھ میں جمع کیا تھا اس کا قلمی نسخہ ہمارے دوست نواب علی حسن خاں کے کتب خانے میں موجود ہے اور ہمارے پیش نظر ہے۔ ان میں سے پہلی اور دوسری کتاب میں اگرچہ تفصیلی حالات ہیں اور وہ عالمگیر کی حمایت کے لیے زیادہ مفید ہیں لیکن ہم اس لئے ان سے استناد نہیں کر سکتے کہ عالمگیر نامہ گویا خود عالمگیر کی تصنیف ہے اور مآثر کا وہ حصہ جس میں واقعات متنازعہ ہیں عالمگیر نامے ہی سے ماخوذ ہے۔ ان کتابوں سے ہم صرف ان موقعوں پر استناد کریں گے جہاں اور مورخین بھی ان کے ہم زبان ہیں شیعہ اور سنی کا تفرقہ کرنا اگرچہ ہم کو نہایت ناگوار ہے اور ہم ان دشمنان قوم کو نہایت کمینہ خصلت سمجھتے ہیں جو اسلامی فرقوں میں باہم ناگواری پیدا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ بعضوں نے اسکو معاش کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ لیکن واقعہ نگاری کے فرض کے لحاظ سے مجبوراً کرنا پڑتا ہے کہ عالمگیر سنی تھا اور اس کے تمام مورخین یعنی نعمت خان۔ کاظم شیرازی۔ عاقل خان۔ خافی خان شیعی تھے

تھے اس سے یہ غرض نہیں کہ ان مورخین کا بیان اختلاف مذہب کی بنا پر ناقابل اعتبار ہے بلکہ غرض یہ ہے کہ ایشیائی مورخین کی طبیعتوں پر اختلاف مذہب کا خواہ مخواہ اثر پڑتا ہے بلکہ سچ سچ پوچھو تو یورپ کے مورخین بھی اس اثر سے خالی نہیں صرف یہ فرق ہے کہ یورپین جس جس تعصب کا استعمال کرتے ہیں۔ ایشیائی مورخ نہیں کر سکتے۔

شاہجہاں کی قید۔ شاہ جہاں کی قید کا الزام اگرچہ ایسا مہتم بالشان واقعہ ہے جس کے لئے مستقل اور جداگانہ عنوان قائم کرنا چاہئے تھا۔ لیکن اس کا سلسلہ داراشکوہ کے واقعہ سے اس قدر ملا ہوا ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہو سکتے۔

داراشکوہ شاہ جہاں کا سب سے بڑا اور سب سے چہیتا بیٹا تھا۔ ذی الحجہ ۱۰۶۷ھ میں شاہ جہاں حبس بول کے عارضے میں گرفتار ہو کر کاروبار سلطنت سے معذور ہو گیا داراشکوہ نے موقع پا کر عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لی اور سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مرزا شجاع مراد عالمگیر کے جو سفراور دربار میں رہتے تھے ان کو بلوا کر مچلکا لیا کہ دربار کی کوئی خبر نہ بھیجنے پائیں اس کے ساتھ بنگال گجرات اور دکن کے راستے بند کرا دیے کہ مسافر آنے جانے نہ پائیں جس سے مقصد یہ تھا کہ مراد شجاع اور عالمگیر کو جو ان صوبوں میں حکومت پر مامور تھے خبر پہنچنے پائے لیکن یہ واقعہ ایسا نہ تھا کہ چھپائے چھپ سکتا۔ چنانچہ تمام صوبوں میں خبر پہنچ گئی اور تمام ملک میں بغاوتیں برپا ہونے لگیں سب سے پہلے شجاع نے جو داراشکوہ سے چھوٹا اور عالمگیر سے بڑا تھا۔ بنگال میں اپنی بادشاہی کا اعلان دے دیا اسی طرح مراد نے احمد آباد گجرات میں سکہ و خطبہ جاری کیا۔ لیکن عالمگیر نے کسی قسم کی خودسری اختیار نہیں کی عالمگیر اس زمانہ میں شاہ جہاں کے حکم سے گلبرگہ کے محاصرہ میں مصروف تھا اور قریب تھا کہ وہ فتح ہو جائے دفعتہً ان تمام افسروں کے نام جو عالمگیر کی فوج میں شامل تھے داراشکوہ نے شاہ جہاں کی طرف سے حکم بھجوا دیا کہ فوراً عالمگیر کا ساتھ چھوڑ کر دربار میں چلے آئیں مجبوراً عالمگیر نے

[1] یہ سلسلہ واقعات تمام تر خافی خان سے لئے گئے ہیں جہاں کوئی بات اس سے الگ ہے وہاں خاص طور پر اس کا حوالہ دیا ہے

والی بیجاپور سے ایک کروڑ روپیہ نذرانہ پر صلح کر لی اور یہ مہم ناتمام رہ گئی۔
دارا شکوہ نے اسی پر قناعت نہ کی بلکہ عیسی بیگ کو جو عالمگیر کی طرف سے پایۂ تخت میں سفیر تھا قید کر کے اس کا گھر ضبط کر لیا اسی کے ساتھ مہاراجہ جسونت سنگھ والی **جودھپور** کو فوج اور توپ خانہ دیکر گجرات کی طرف روانہ کیا کہ عالمگیر اپنی جگہ سے آکر حرکت کرے تو اس سے معرکہ آرا ہو۔ عالمگیر جمادی الاولیٰ ۱۰۶۸ھ کی بارھویں تاریخ یعنی شاہ جہاں کی بیماری کے پانچویں مہینے بیجاپور روانہ ہوکر ۲۵ کو برہان پور میں آیا۔ یہاں ایک مہینہ ٹھیرا اور پایۂ تخت کی خبریں بہم پہنچاتا رہا۔ اس سے پہلے مرزا مراد سے یہ قرار داد ہوچکی تھی کہ فلاں مقام پر دونوں کا اجتماع ہوگا چنانچہ ۲۰ رجب ۱۰۶۹ھ کو دونو بھائی **کپال پور** میں نربدا اتر کر ملے یہ خبر سن کر **مہاراجہ** جسونت سنگھ فوجیں لئے ہوئے بڑھا اور عالمگیر کے پڑاؤ سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر خیمہ زن ہوا **عالمگیر** نے کبکلس برہمن کو جو بھاکا کا مشہور شاعر تھا راجہ کے پاس بھیجا کہ ہم لوگ صرف والد قبلہ کی عیادت کے لئے جارہے ہیں آپ سد راہ نہو جیئے۔ لیکن راجہ نے نہ مانا اور سخت معرکہ ہوا راجہ نے شکست کھائی اور وطن کی طرف بھاگا۔ تاریخ میں یہ واقعہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ راجہ بھاگ کر وطن میں پہنچا تو اس کی بیوی نے اسکو اپنے پاس نہ آنے دیا اور تمام عمر کبھی اُس سے ہم بستر نہیں ہوئی کہ پیٹھ دکھلانے والا میری ہم صحبتی کے قابل نہیں۔
شاہ جہاں آگرے سے دلی جارہا تھا کہ جسونت سنگھ کی شکست کی خبر پہنچی۔ ہر چند شاہ جہاں کو آگرہ کی آب و ہوا ناموافق تھی اور اس وجہ سے آگرے کو واپس آنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن اس وقت وہ مردہ بدست زندہ تھا **دارا شکوہ** اس کو الٹا آگرے میں لایا اور خود ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ عالمگیر کے مقابلہ کو نکلا۔ **شاہ جہاں** نے بار بار نہایت اصرار کے ساتھ سمجھایا کہ تمہارا جانا خلاف مصلحت ہے میں خود اس فتنے کو جا کر فرو کر دیتا ہوں۔ چنانچہ حکم دیا کہ پیش خیمہ باہر نصب کیا جائے۔ لیکن دارا شکوہ نے جانے نہ دیا اور

(۱۶) ماہ شعبان ۱۰۶۸ھ کو آگرے سے روانہ ہو کر سموگڈھ میں خیمہ زن ہوا جہاں عالمگیر اور مرزا
مراد فوجیں لئے ہوئے پڑے تھے۔ بڑے زور شور کا معرکہ ہوا نتیجہ عالمگیر کی فتح تھی اس معرکہ
میں مرزا مراد نے اس ثابت قدمی سے جنگ کی اگرچہ اس کے ہاتھی کا ہودا تیروں سے چھن گیا
تھا اور خود لہو لہان ہو گیا تھا تاہم پہاڑ کی طرح ڈٹا ہوا تیر برساتا رہا یہ ہودہ فرخ سیر کے
زمانہ تک یادگار کے طور پر قلعے میں محفوظ رہا اور جب بارہ نے سرکشی کی تو بادشاہ بیگم نے
(عالمگیر کی بیٹی) اس ہودے کو دکھلا کر کہا کہ تیموری نسل کی یہ یادگاریں ہیں دارا شکوہ
نے آگرے میں جا کر دم لیا اور شرم کے مارے شاہ جہاں کے پاس نہ گیا شاہ جہاں نے
مشورے اور صلاح کے لئے بار بار بلا بھیجا۔ لیکن دارا شکوہ اسی رات اہل و عیال کے
ساتھ نکل کر لاہور کے ارادے سے دلی روانہ ہوا۔ ۱۷ ماہ رمضان ۱۰۶۸ھ کو عالمگیر نے
شہزادہ محمد سلطان کو بھیجا کہ قلعہ شاہی پر جا کر قبضہ کرے اور **شاہجہاں** کی خدمت میں
عرض کرے کہ حضور اب قلعے سے باہر تشریف نہ لائیں یہی اخیر واقعہ ہے جو عالمگیر کے خلاقی
مرقع کی سب سے زیادہ بدنما تصویر ہے۔

تمام واقعات کا سرسری خاکہ ہے جو سرتاپا خافی خان کے بیان سے ماخوذ ہے صلح کی بحث
کے طے کرنے سے پہلے تھوڑی دیر کے لئے ہمکو شاہ جہاں سے رخصت ہو کر دارا شکوہ کی طرف
متوجہ ہونا چاہیے واقعات گذشتہ میں دارا شکوہ کے کارنامے حسب ذیل ہیں۔

(۱) شاہ جہاں کے بیمار ہونے کے ساتھ مرزا مراد عالمگیر اور شجاع کے وکلاء جو شاہ جہاں
کے دربار میں رہتے تھے ان سے مچلکا لیا کہ **شاہ جہاں** اور دربار کے حال نہ لکھنے پائیں
(۲) بنگال گجرات اور دکن کے راستے بند کرا دیئے کہ مسافروں کے ذریعہ سے کسی کو خبر نہ
ہونے پائے (۳) عالمگیر کے وکیل کا گھر ضبط کر کے اسکو قید کر دیا (۴) عالمگیر جب بیجاپور کے
محاصرے میں مشغول تھا تو تمام افسروں کو جوان کے ساتھ تھے بلوا لیا (۵) بغیر اس کے کہ کسی
شاہزادے کی طرف سے پیشقدمی ہوئی مراد عالمگیر اور شجاع کے مقابلہ کے لئے فوجیں روانہ

لیکن یہ واقعات ہیں جن سے کسی مورخ کو انکار نہیں لیکن مزید اطمینان کے لئے بعض ضروری واقعات کے متعلق نہایت مستند شہادتیں بھی نقل کرتے ہیں:-

عین محاصرہ گلبرگہ کے وقت عالمگیر کی فوجوں اور نوکروں کو بلوا لینا

دریں اثنا دو قطعہ فرمان کہ حسب الالتماس دارا شکوہ بنام مہابت خاں و راو ستر سال از درگاہ عالم پناہ شرف صدور پذیرفتہ بود پر تو صدور یافت و رفتہ رفتہ مطالعہ حسن اندراج یافتہ بود کہ **مہابت خان** و **راو ستر سال** با کل احشام خود بلا رخصت شاہزادہ والا گہر (یعنی عالمگیر) اتہمید نشدہ روانہ گردند۔ ازیں راہ وہن و سستی تمام بحال اردوئے معلے شاہی (یعنی عالمگیر) را یافتہ استقلال و بنائے ثبات و قرار بود۔ نصرت موعود متزلزل و متخلل گردید۔ معاقعات عالمگیری از عاقل خاں۔

ان سب باتوں پر عالمگیر نے کسی قسم کی پیشدستی نہ کی بلکہ جب مراد اور شجاع نے اپنے اپنے صوبوں میں اپنی بادشاہت کا اعلان کیا تب بھی عالمگیر نے کوئی کارروائی نہ کی بلکہ مراد کو خط لکھا کہ ابھی حضور اقدس زندہ ہیں۔ ہم لوگوں کو اپنی جگہ سے ہلنا نامناسب ہے اور سورت پر تم نے جو فوج بھیجی یہ نامناسب تھا چنانچہ مراد نے عالمگیر کو جو یہ خط لکھا ہے اسمیں لکھتا ہے:-

انچہ اندراج یافتہ چون تا حال خبر وقوع قضیہ ناگزیر (یعنی شاہ جہاں کی وفات) بار رسید بلکہ آثار صحت ظاہری شدہ اند جائے خود حرکت کردن و بہ اظہار بعضے مراتب پرداختن مناسب نمی نماید اگر آن برادر نیز بعد از تحقق اخبار۔ افواج بہ سورت می فرستادند در ایں کار تعجیل نمی رفت بہتر بود الی آخرہ (ریاض القوانین یعنی مکاتیب تیموریہ وغیرہ)

عالمگیر و مراد کے وکلا کا نظر بند کرنا اور واقعہ نویسی سے مسدود کرنا

دکلائے ابرادران یعنی نظر بند اند کہ ملحد (یعنی دارا شکوہ) جمعی گماشتہ کہ در حضر و سفر بر در خانہ آنہا می باشند و مقرر نمودہ کہ اخبار و سوانح آنجا بمطابق گفتہ میرزا ملحد برادر روشن قلم بہ بالا نویسند (ریاض القوانین)

عالمگیر کے وکیل کا گھر ضبط کرنا

یعنی بیگ وکیل سرکار (یعنی عالمگیر) را بے صدور جرمے محبوس ساختہ

• بہ ضبط اموال و امتداد و فرمان داوند (مآثر عالمگیری مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۲۰)

واقعات مذکورۂ بالا کے ثابت ہونے کے بعد اب سوال یہ ہے کہ آغاز کارروائی سے اخیر تک دارا شکوہ اور عالمگیر دونوں میں سے کون تقصیروار ہے۔ جنروں کا روکنا عالمگیر کے وکلا کا نظر بند کرنا۔ عالمگیر کی جاگیر کا ضبط کرنا عین جنگ کی حالت ہیں۔ عالمگیر کے وکلا اور فوج کا اس کے پاس سے بلوا لینا[1] مہاراجہ جسونت سنگھ کو عالمگیر کے مقابلہ پر مامور کرنا کیسے افعال ہیں اور کیا ان میں سے کسی فعل کے جائز ہونے کی کوئی وجہ بتائی جا سکتی ہے تم کہہ سکتے ہو کہ یہ سب دارا شکوہ کے افعال ہیں ان کو شاہ جہاں کے واقعہ کی بحث میں پیش کرنا کس قدر غلط طریق استدلال ہے۔ لیکن عالمگیر کی تمام کارروائیاں جواب تک اس نے کیں یعنی دکن سے روانہ ہوا۔ راہ میں جسونت سنگھ نے دارا شکوہ کی طرف سے روکا تو اسکو لڑکر شکست دی۔ آگرے میں آیا یہ سب دارا شکوہ ہی کے مقابل ہیں تھیں۔

شاہ جہاں کی بحث میں ان واقعات کا ذکر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ سادہ دل مورخین ان واقعات کو بھی اس بنا پر عالمگیر کی نا سزا حرکات میں شمار کرتے ہیں کہ یہ سب باتیں گویا شاہ جہاں کے مقابلہ میں تھیں۔ ہمیں کوئی شک نہیں کہ اس زمانہ میں شاہ جہاں ہمہ تن مجبور ہو کر دارا شکوہ کے قبضے میں آگیا تھا اور وہ جو کچھ چاہتا تھا شاہ جہاں کے نام سے کرتا تھا خافی خان کے بیان میں اوپر تم پڑھ آئے ہو کہ شاہ جہاں آگرہ میں نہیں آنا چاہتا تھا دارا شکوہ جب فوج لیکر چلا شاہ جہاں نے بہت روکا۔ لیکن دارا شکوہ نے نہ مانا۔ شاہ جہاں نے عالمگیر کے معاملے طے کرنے کے لئے خود جانا چاہا دارا شکوہ نے نہ جانے دیا۔ ڈاکٹر برنیر اپنے سفرنامہ میں لکھتا ہے۔

ان دنوں شاہ جہاں کا فی الواقع پتلا حال تھا اور علاوہ شدائد و کثافت مرض کے در حقیقت دارا شکوہ کے پنجہ سرکشی میں پھنسا ہوا تھا (ترجمہ سفرنامہ برنیر

[1] صوبہ برار اس کی جاگیر میں تھا دارا شکوہ نے اسکو ضبط کر لیا مراد بخش کے خطوط میں بار بار اسکا ذکر آیا ہے

مراد ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہے

اما بہ احوال ظاہر شد کہ آن طرف یعنی (دارا شکوہ) استقلال و تسلط تمامی کہ ندا شت یافتہ حل و عقد امور حضور اقدس "شاہ جہاں" بقبضہ اقتدار خود آورد۔

ان سب سے بڑھ کر یہ کہ دارا شکوہ نے یہ مشق بہم پہنچائی تھی کہ شاہ جہاں کے خط میں بالکل خط ملا دیتا تھا اور فرامین پر شاہ جہاں کے دستخط اپنے ہاتھ سے بناتا تھا مراد ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہے۔

(نیز) دارا شکوہ خود تقلید خط اعلیٰ حضرت شاہ جہانی از بہ مرتبہ کمال رسانیدہ بر فرامین دستخط میکند

ان معنوں پر مراد کا بیان اس لیے نہایت وثوق کے قابل ہے کہ وہ یہ واقعات عالمگیر کو لکھ رہا ہے اس لیے یہ احتمال نہیں ہو سکتا کہ عوام کے دھوکہ دینے کے لیے لکھتا ہو مراد اور عالمگیر اس وقت تک ہمراز و ہمدرد تھے۔ واقعات مذکورہ کی بنا پر عالمگیر کو صرف انہیں احکام کی پابندی ضروری تھی جو شاہ جہاں کے اصلی احکام تھے اور یہ ظاہر ہے کہ جسونت سنگھ کا عالمگیر کے مقابلہ پر بھیجنا دارا شکوہ کی شرارت تھی۔ شاہ جہاں اس پر راضی نہ تھا۔

ڈاکٹر برنیر جو عالمگیر کا سب سے بڑا دشمن ہوتا ہے ان بھائیوں کے ارادہ جنگ کے متعلق لکھتا ہے

واقعی ان کو اپنے اس ارادہ سے دستبردار ہونا مشکل ہی تھا کیونکہ فتحیابی کی حالت میں تو تخت کی امید تھی اور شکست کی صورت میں جان جانے کا خوف کلی تھا اور یا دو ہی باتیں یا موت یا سلطنت اور جس طرح شاہ جہاں خاص اپنے بھائیوں کے خون سے ہاتھ رنگ کر تخت نشین ہوا تھا اسی طرح ان کو یقین واثق تھا کہ اگر ہم اپنی امید میں بالکل کامیاب ہوں گے تو غالب و فتحیاب ہم کو حسد کے مارے ضرور قتل کرا دے گا (ترجمہ سفرنامہ برنیر ج ۱ ص [illegible]) مسٹر لین پول صاحب لکھتے ہیں کہ [illegible]

ملہ مراد کے حقیقی [illegible] کا [illegible] ترجمہ [illegible] سے نقل کی گئی [illegible] جس کا نام [illegible] ہے۔

یہ ضرور جانتا تھا کہ بھائیوں میں کسی ایک کی تخت نشینی سے یا تو وہ قید کر لیا جائیگا یا مارا جائے گا اور اس نے اپنے دل میں ایک مصمم ارادہ کر لیا ہوگا حفاظت خود اختیاری میں اُس کا فرض تھا کہ حصول یا دشاہت کے لئے وہ بھی ایک نیلامی بولی بولے (ترجمہ اورنگ زیب مصنفہ لین پول صفحہ (۳۱)

بہرحال عالمگیر جسونت سنگھ اور دارا شکوہ سے لڑا اور ان کو شکست دی لیکن ایک عرضداشت کے ذریعہ سے شاہ جہاں کو ان تمام واقعات کی خبر دی شاہ جہاں نے دست خاص سے تسلی دی خط لکھ کر بھیجا پھر انعام کے طور پر ایک تلوار بھیجی جس پر عالمگیر کا لفظ منقوش تھا چنانچہ خافی خاں نے ان واقعات کو تفصیلاً لکھا ہے :- عالمگیر کا نکتہ چین اس موقع پر یہ کہہ سکتا ہے کہ عالمگیر نے اور جو کچھ کیا حفاظت خود اختیاری کی وجہ سے کیا لیکن جب وہ جسونت کو شکست دے کر آگرہ کے قریب پہنچ گیا اور شاہ جہاں نے اس کو بار بار بلایا اور نہایت شفقت آمیز خط لکھے تحفے اور انعام بھیجے اور سب سے بڑھ کر سلطنت کی تقسیم اس طرح کرنی چاہی جس سے بڑھ کر عالمگیر کے حق میں کوئی بات نہیں ہو سکتی تھی یعنی یہ کہ دارا شکوہ کو پنجاب کابل اور مراد کو گجرات اور شجاع کو بنگال دیا جائے اور عالمگیر کو ولیعہدی کا منصب اور پائے تخت کی سلطنت دیجائے تو اس حالت میں باپ کی نافرمانی کرنا اور گستاخی سے پیش آنا اور بالآخر قلعے میں نظر بند کر دینا اخلاق کے مذہب میں کفر سے بڑھ کر ہے لیکن تحقیق طلب یہ ہے کہ کیا شاہ جہاں فی الواقع وہی کرنا چاہتا تھا جو کہتا تھا؟ اسلامی تعلق سے شاہ جہاں اور عالمگیر دونوں یکساں واجب التعظیم ہیں گو وہ خلیفہ نہیں لیکن لغوی معنوں میں نہ شرعی امیر المومنین ہیں۔ میرا دل و دماغ ہے کہ ان میں سے کسی کو مجرم ٹھیراؤں۔ لیکن سچائی اور تاریخ نویسی کا کیا فرض ہے؟ **شاہ جہاں** و **عالمگیر** دونوں قابل ادب ہیں لیکن دونوں سے بڑھ کر بھی ایک چیز ہے حق اور راستی اور مجھ کو اسی علمی ترجیح کے سامنے گردن جھکا دینی چاہئے۔ تمام مورخین میں عاقل خاں نے اس واقعہ

کو نہایت تفصیل سے لکھا ہے عالمگیر کے نام شاہ جہاں کے درد انگیز خطوط ہیں کہ پتھر کا دل پانی ہو جاتا ہے بعینہٖ نقل کئے ہیں تو اب جہاں آرا بیگم نے شاہ جہاں کو اشارے سے جو خط عالمگیر کو لکھا ہے وہ بھی نقل کیا ہے عالمگیر کو جو لوگ شاہ جہاں کی خدمت میں حاضر ہونے سے روکتے تھے ان کو فتنہ پرداز اور مفسد سے تعبیر کیا ہے اور یہ تمام داستان اس تفصیل اس زور اور اس درد کے ساتھ لکھی ہے کہ پڑھنے والے کے منہ سے بے اختیار عالمگیر کے حق میں نفرین نکل جاتی ہے لیکن بالآخر جب یہ موقع آتا ہے کہ عالمگیر باپ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے قیامگاہ سے نکلتا ہے اور اس کے مقربین اسکو روکتے ہیں تو اسی مورخ عاقل خاں کو یہ لکھنا پڑتا ہے:-

درین اثنا کہ آن حضرت (عالمگیر) بسمع مبارک سخنان دولت سگالان داشتہ متردد بودند ناگاہ ناہر دل خاں چیلہ برسید فرمانے کہ بندگان اعلیحضرت (شاہ جہاں) بخط مبارک دارا شکوہ نوشتہ از راہ اعتماد بکمال اہتمام و احتیاط بدو حوالہ فرمودند کہ صلاح الحال درین توقف نرود و خود را بعنوان شبگیر و یلغار بہ دار الخلافت شاہ جہان آباد نزد دارا شکوہ رساند و فرمان را آنجناب رسانید جواب بیارد و در نظر انور حضرت جہان پناہی در آورد و مضمون آن منشور ناطق بدان بود کہ دارا شکوہ خاطر خود را جمع کردہ در شاہ جہان آباد ثبات قدم ورزد و از آنجا پیشتر نہ گذرد کہ ما در اینجا ہم را فیصل می نماییم - این فرمان مصدق و مصداق قول خیر خواہان آمدہ

عین اس وقت کہ عالمگیر خیر خواہان دولت کی باتیں سنکر سوچ رہا تھا کہ کیا کیا جائے دفعۃً ناہر دل خاں چیلہ سامنے سے نکلا شاہ جہاں نے خود اپنے ہاتھ سے دارا شکوہ کے نام خط لکھ کر بڑی احتیاط سے اس کے حوالہ کیا تھا کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہونے پائے اور یلغار کرتے ہوئے دارا شکوہ کے پاس سے جواب لاؤ -

خط کا مطلب یہ تھا کہ تم (دارا شکوہ) مطمئن ہو کر دلی سے آگے نہ بڑھو - اور وہیں قیام کرو - ہم یہاں قصہ فیصل کئے دیتے ہیں -

اس خط سے عالمگیر کے ہواخواہوں کی رائے کی بالکل تصدیق ہو گئی -

ماثر الامرا میں یہی واقعہ نہایت تفصیل سے لکھا ہے اخیر کے فقرے یہ ہیں۔

دریں اثنا کہ خلد مکان رعالمگیر) گوش بر سخنان دولت سگالان داشتہ متردد بود ناہر دل چیلہ رسید و فرمانے کہ اعلیٰ حضرت بہ خط خود بہ دارا شکوہ نوشتہ از روئے اعتماد بدو حوالہ نمودہ بود کہ خود بعنوان سبکری برشاہ جہاں آباد نزد دارا شکوہ رسانیدہ جواب بیارد۔ آوردہ گذرانیدہ مضمون آنکہ از لشکر فراہم آوردہ در دہلی ثبات قدم در زد۔ از ایں جا ہم رفیصل می فرمائیم۔ (ماثر الامرا جلد دوم صفحہ ۶۹)

ایک غیر قوم کا شخص جو عالمگیر کا پورا دشمن تھا ان تمام جھگڑوں میں موجود تھا اس کے بیان سے اس اجمال کی گرہ کھل جاتی ہے وہ لکھتا ہے:-

شاہجہاں نے ایک معتبر خواجہ سرا کو **اورنگ زیب** کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ بیشک **دارا شکوہ** نے جو کچھ کیا نا مناسب تھا اور اسکی بے سمجھی اور نالائقی کی باتیں یاد دلا کر کہا کہ تم ہم ابتدا ہی سے دلی شفقت رکھتے ہیں پس تمکو ہمارے پاس جلد آنا چاہئے تاکہ تمہارے مشورے سے ان امور کا انتظام کیا جائے جو اس فرا تفری کے باعث خراب اور ابتر پڑے ہوئے ہیں۔ مگر اس محتاط شہزادے رعینی عالمگیر نے بدگمانی سے بادشاہ پر اعتماد کر کے قلعے میں چلے جانے کی دلیری نہ کی کیونکہ اُسے معلوم تھا کہ بیگم صاحب رعینی جہان آرا بیگم) کسی وقت بادشاہ سے جدا نہیں ہوتی اور اس کے مزاج پر اس قدر حاوی ہے کہ جو کچھ وہ چاہتی ہے وہی ہوتا ہے اور بیگم اس کا ایک جتھہ ہے اور اس نے قلماقنیوں رتاتاری عورتیں) میں سے چند ایسی جو کی پہرے کے کام پر متعین رہتی ہیں کچھ قوی ہیکل اور مضبوط اور مسلح عورتیں اس قصد سے لگا رکھی ہیں کہ جب وہ قلعہ میں داخل ہو تو فوراً اس پر آن پڑیں۔

(سفرنامہ ڈاکٹر برنیر ترجمہ اردو جلد اول صفحہ ۱۱۴)

لین پول نے سچ لکھا کہ "اس جال میں جو شاہجہان نے اپنے بیٹے کے پھانسنے کو بچھایا تھا

شاہ جہاں خود پھنس گیا۔ عالمگیر نے بارہا شاہ جہاں کی خدمت میں حاضر ہو کر عفو قصور کرانا چاہا۔ لیکن شاہ جہاں اب بھی **دارا شکوہ** کا خواب دیکھتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ **جہاں آرا بیگم** جو شاہ جہاں کی دنیا میں سب سے بڑھ کر عزیز تھی دارا شکوہ کی نہایت طرفدار تھی شاہ جہاں نے ہندی زبان میں خفیہ ایک خط شجاع کو عالمگیر کے برخلاف لکھا اور اس قسم کی اسکی کوششیں برابر جاری رہیں۔ عالمگیر اب مایوس ہو کر بیٹھ رہا۔ خافی خان لکھتا ہے:-

خلد مکان (عالمگیر) مکرر ارادہ دیدن پدر والا قدر بہ قصد معذرت والتماس عفو تقصیرات کہ از تقدیرات الٰہی دشمنی برادر نا ہنجار بلا اختیار بظہور آمدہ نمودند آخر چوں دانستند کہ مرضی اعلیٰ حضرت (شاہ جہاں) طرف رعایت و اعانت **دارا شکوہ** غالب و راحت ہست و سررشتہ اختیار بحکم قلم تقدیر از دست رفتہ مصلحت در فسخ عزیمت ملاقات پدر نامدار دانستند (جلد اول صفحہ ۴۳)

اسی زمانہ میں **شاہ جہاں** نے ایک خط **مہابت خان** سپہ سالار کو جو اس وقت کابل میں تھا لکھا یہ خط خافی خاں نے پورا نقل کیا ہے اس کے چند فقرے یہ ہیں۔

چوں فرزند مظلوم دارا شکوہ بعد از شکست روانہ لاہور شدہ" باید در رفاقت دارا شکوہ پا بر داشتہ بہ مقابلہ وجزائے اعمال ہر دو نا برخوردار (یعنی عالمگیر و مراد) پردازد"

شاہ جہاں کی ان تمام سازشی اور مخالفانہ کارروائیوں کے ساتھ بھی عالمگیر نے یہ سلوک کیا کہ اپنے بیٹے شہزادہ اعظم کو شاہ جہاں کی خدمت میں عفو تقصیرات کے لیے بھیجا اور پانسو اشرفیاں اور چار ہزار روپے نذر بھیجے اور چند روز کے بعد قلعہ کی حفاظت کی طرف سے پورا اطمینان ہو گیا تو شاہ جہاں کے بزم کے راحت کے سامان مہیا کر دئیے ڈاکٹر برنیر کو بھی مجبوراً یہ شہادت دینی پڑی۔

غرضکہ اورنگ زیب کا برتاؤ شاہ جہاں کے ساتھ مہربانی اور ادب سے خالی نہ تھا اور حتی الامکان وہ اپنے بوڑھے باپ کی ہر طرح سے خاطر داری کرتا اور نہایت کثرت سے تحفے تحائف بھیجا رہتا اور سلطنت کے بڑے بڑے معاملات میں اسکی رائے اور مشورے کو مثل ایک پیر مرشد کی ہدایت کے طلب کرتا تھا اور اس کے عریضوں سے جو اکثر لکھا کرتا تھا ادب اور فرماں برداری ظاہر ہوتی تھی پس اس طرح سے شاہجہاں کی گردن کشی اور اس کا غصہ آخر کار یہاں تک ٹھنڈا پڑ گیا کہ معاملات سلطنت میں بیٹے کو لکھنے پڑھنے لگ گیا۔ بلکہ اپنے باغی فرزند کی گستاخانہ حرکتوں پر معاف کر کے اسکے حق میں دعائے خیر بھی کر دی (ترجمہ سفرنامہ ڈاکٹر برنیر جلد اول صفحہ ۲۸۹)۔

انصاف کرو **شاہجہاں** اتنی بات پر برہم ہو عالمگیر سے لڑتا رہا کہ اس نے شاہجہاں کی جاگیر **نورجہاں** کو لیکر دیدی تھی حالانکہ اور ہر طرح کی عنایتیں بحال تھیں تاہم شاہجہاں نیکنام ہے۔ عالمگیر نے اس حالت میں کہ اس کی جاگیر چھین لی گئی تنخواہ بند کر دی گئی عین دشمنوں کے مقابلہ کے وقت اسکی فوج اس کے پاس سے بلالی گئی (۵۷) ہزار فوج خود اس کے مقابلہ ومقاتلہ کے لئے روانہ ہوئی قلعے میں اس کے قتل کا بندوبست کیا گیا ان سب باتوں کے ساتھ وہ شاہجہاں کا نہایت ادب واحترام کرتا رہا تاہم وہ بدنام ہے ؎

بندۂ صوفی ہمہ سرمست گذشتند و لے	قصہ ما است کہ در کوچہ و بازار بماند

مورخین کو اپنے محکمہ عدالت میں اس بات کا بہت کم موقع حاصل ہو سکتا ہے کہ خود مجرم کا بیان تحریری بھی حاصل کریں لیکن عالمگیر کی نسبت مورخ کو اس کا افسوس نہیں ہو سکتا۔ عالمگیر نے شاہجہاں کو جو خط لکھے ہیں ان میں الزامات کی خوب جوابدہی کی ہے۔ عالمگیر کو اس کے مخالفوں نے ہمیشہ سخن سازانہ و متقی بیان کیا ہے لیکن اب تمام واقعات ایک ایک کر کے سامنے آگئے ہیں اور

؎ اس کے بعد برنیر نے لکھا ہے کہ عالمگیر شاہجہاں کی ہدایتوں کے برخلاف بھی کرتا تھا لیکن وہ عام سلطنت کے متعلق ہدایتوں کی مخالفت تھی جس کو اس قصہ سے کوئی تعلق نہیں ۱۲

رازہائے سربستہ کی چہرے سے نقاب اُٹھ گئی ہے۔ اس لئے موقع ہے کہ عالمگیر کو اپنی عدالت کے پیش کرنے کا موقع دیا جائے ہم اس کا اصلی خط خافی خاں کی تحریر کے مطابق نقل کرتے ہیں۔ دیکھو اس سخن ساز اور متفنی شخص کا ایک حرف بھی سچائی کے مرکز سے ہٹا ہوا ہے

بعد ادائے مراسم عقیدت و عبودیت بعرض اشرف میرساند صحیفہ کہ بخط خاص پیش از تمادی ایام صادر شدہ بود پرتو ورود انداخت بہ مطالعہ ارقام سرمایہ سعادت حاصل کرد۔ کیفیتے کہ نگارش یافتہ بود بہ وضوح انجامید۔ از سبب گرفت و گیر خطوط استفسار شدہ بود برخاطر دریا مقاطر پوشیدہ نماند کہ ازیں مرید رابتدائے حال و آغاز وقوع مراتب کہ بہ تقدیر بانیِ دستال رو داد [illegible] بہ اعتقاد آں کہ چوں آنحضرت عقل کل اند و اکثر اوقات گرامی در تجارب پست و بلند روزگار گذشتہ شاید ظہور این امور راز قضا و قدر دانستہ در شکست کار این مرید و دیگراں بانار دیگراں کہ ارادت اللہ بداں تعلق نہ گرفت کوشش نہ فرمایند رسلوک [illegible] بہیچ مستحسن قرار دادہ بود [illegible] است کہ بعد رفع شورش [illegible] استرضائے خاطر را اکثر اہتمام بہ میان جان بستہ بداں وسیلہ سعادت دارین حاصل کند و ہر چند [illegible] کہ موجب انقطاع غبار نشاد و بہم خوردگی مہمات عباد بہ تحریک آں حضرت است دربارہ ران بہ فرمودہ اقدس دست و پائی زنند و جامے میکنند گوش بہ سخنان مردم نمی انداخت۔ اندیشہ انحراف اتساع عقیدت نمود لیکن از آنجا کہ اخبار [illegible] توجہی حضرت بہ تواتر رسیدہ چنانچہ از نوشتہ کہ بہ خط مہدوی بہ شجاع قلمی گردیدہ بود و خان و مان او بہ سرآں غارت گشتہ مرید است یقین حاصل شد کہ آنحضرت این مرید را الٰہی خواہند کہ از دست رفتہ [illegible] تلاش دارند کہ دیگر استقلال پذیرد و سعی و تردد این فدوی کہ صرف بر اجرائے احکام دین متین و انتظام مہمات مملکت ہست ضائع شود و بہیچ طریق ازیں فکر باز نیامدہ دست کار نصرانند اگر بہ مراعات لوازم حزم و احتیاط پرداختہ از حدوث مفسدہائے متحمل انتقال ملک اندیشہ مند گردد [illegible] آنچہ

بہ خاطر داشت نہ تو انست از قوۃ بہ فعل آمد و بہ صدق این عوض خدائے توانا شاہد است انشاء اللہ تعالیٰ بعد ازاں کہ کار معاندان بہ یکے ازایں دو وجہ ساختہ شود چرا این ہمہ عبث احتیاط خواہد نمود درباب آبدار خانہ قلمی بود آب خاصہ در غسل خانہ دریں وقت کہ آنحضرت پیوستہ در محل می باشد چہ در کار است و ہمہ بر کارخانہ ملبوس نمودہ اند بگذر تصدق شدن عمور خواجہ مشید الحال کہ دیگر بدیں خدمہ مامور گردید پوشاک مبارک بدستور سابق بے نقل خواہد رسید۔

داراشکوہ کا قتل موافق اور مخالف دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ داراشکوہ اپنی بدتدبیری خود رائی کج طبعی کی وجہ سے اس قابل نہ تھا کہ تیمور کے تخت[1] کا مالک ہوتا اس سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ بھائیوں کی جنگ میں ابتدا اسکی طرف سے ہوئی اور عالمگیر اور مراد اور شجاع کو بھی مجبوراً اس کے حملوں کو روکنا پڑا یہ بھی کچھ الزام کی بات نہیں کہ **داراشکوہ گرفتار** کرکے دربار میں لایا گیا لیکن اعتراض یہ ہے کہ یہ بالکل ممکن تھا کہ وہ کسی محفوظ مقام میں نظربند رکھا جاتا وہ کتنا ہی برا سہی لیکن بھائی تھا اور بڑا بھائی تھا اگر عالمگیر اس کے خون سے ہاتھ رنگین نہ کرتا تو اخلاقی مرقع میں اسکی تصویر اس قدر نفرت انگیز نہ ہوتی۔

---

[1] ڈاکٹر برنیر سے زیادہ کون شخص داراشکوہ کا دوست ہو سکتا ہے اس نے سخت مصیبت کی حالت میں داراشکوہ کا ساتھ دیا تھا تاہم وہ داراشکوہ کی ذاتی خوبیاں گنا کر لکھتا ہے:-

وہ مگر باایں ہمہ بڑا ہی خود پسند اور خود رائے تھا اور اس کو گھمنڈ تھا کہ میں اپنی عقل کی رسائی اور خوش تدبیری سے ہر امر کا بندوبست و انتظام کر سکتا ہوں اور کوئی فرد بشر ایسا نہیں جو مجھے صلاح و مشورہ دے سکے وہ ان لوگوں سے جو اس سے ڈرتے ڈرتے کوئی صلاح دینے کی جرات کر بیٹھتے تھے تحقیر و اہانت سے پیش آتا تھا چنانچہ اس ناپسندیدہ سلوک ہی کے سبب اسکے دلی خیر خواہ بھی اس کے بھائیوں کی پوشیدہ اور مخفی بندشوں سے اسے آگاہ نہ کر سکے وہ ڈرانے اور دھمکانے میں بڑا تیز تھا یہاں تک بڑے بڑے امرا کو برا بھلا کہہ بیٹھتا اور ان کی ہتک کر ڈالتا لیکن اسکا غصہ اور بد مزاجی ایک آن

بے شبہہ یہ اعتراض بظاہر نہایت قوی ہے لیکن تیموری خاندان بلکہ تمام ایشیائی سلطنتوں
میں مدعیان سلطنت قید اور نظر بند ہوکر بھی سلطنت کے منصوبوں سے دستبردار نہیں ہوتے
اس کے ساتھ ان کے طرفداروں کا ایک گروہ ہمیشہ موجود رہتا ہے اور اس وقت تک
نچلا نہیں بیٹھتا جب تک نخل آرزو کے تمام رگ و ریشے نہ کٹ جائیں تم نے تاریخوں میں
پڑھا ہوگا کہ دارا شکوہ جب دلی میں گرفتار ہوکر آیا ہے اور بازار میں اسی حالت سے نکلا ہے
تو تمام شہر میں ہنگامہ برپا تھا زن و مرد دھاڑیں مار مار کر روتے تھے بالاخانوں سے شہر کے
آدمیوں پر پتھر اور ڈھیلے پھینکے جاتے تھے ملک جیون پر جس نے دارا شکوہ کو گرفتار کیا تھا
کابلیوں کا مینہ برس رہا تھا بظاہر یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ دارا شکوہ کی ہر دل عزیزی کا اثر
تھا اور اس لئے اسکا مالک تاج و تخت ہونا زیادہ موزوں تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ
سب ایک فتنہ گر کا شعبدہ تھا خافی خان لکھتا ہے :-

روز دیگر کہ کوتوال بموجب حکم در پے تحقیق بانی آن فساد دید حقیقت ظاہر شد کہ ایبت
نام احدی پیش قدم اینجماعت گشتہ مادۂ فساد و آشوب تمام شہر گردیدہ بود۔

بے شبہہ لوگوں کو خود بھی رقت ہوئی ہوگی یہ ملکی ہر دل عزیزی کا ثبوت نہیں ہے۔ دارا شکوہ
جس شان و شوکت کا شہزادہ تھا جس کر و فر سے اس کی سواری شہر میں لوگوں نے نکلتے دیکھی
تھی جس طرح وہ روپے برساتا ہوا بازار سے گذرا کرتا تھا اس کے مقابلہ میں جب
لوگوں نے اس کو شکستہ حال۔ پا بزنجیر بے کس و بے یار بازار سے گذرتے دیکھا ہوگا تو
کون سنگدل ہوگا جس کے دل سے آہ نہ نکل گئی ہوگی۔ اس وقت فیصلہ کرنے کا کیا
وقت تھا کہ تخت شاہی کے قابل بھی ہے یا نہیں؟ ایسی حالتوں میں تو دشمن کے لئے بھی
آنسو نکل آتے ہیں اور دارا شکوہ تو پھر بھی صاحبقران ثانی کا شہزادہ اعظم تھا۔
یہ امر یقینی تھا کہ دارا شکوہ جبتک زندہ رہتا سازشیں برپا رہتیں اور ملک کو امن و امان
نصیب نہ ہوتا اس لئے عالمگیر کو بھی کرنا پڑا جو خود اس کے باپ شاہ جہاں نے اس کو

ترکہ میں ملا تھا - شاہ جہاں نے اپنے بھائیوں (داور بخش و شہریار) اور حقیقی بھتیجوں (تہمورث وغیرہ) کو قتل کرایا تھا عالمگیر کو بھی اس قسم کی بھینٹ چڑھانے کا حق تھا ؎

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند مراد کا واقعہ شاہجہاں کی قید اور دارا کے قتل سے بھی زیادہ مشکل ہے - شاہ جہاں اور دارا شکوہ دونو عالمگیر کے صریح مخالف تھے لیکن مراد عالمگیر کا دست و بازو تھا جسونت سنگھ کے معرکے میں اسی کی پامردی اور راند ھا دھند جاں بازی نے داراشکوہ کی فتح کا پانسا الٹ دیا تھا وہ ابتدا سے عالمگیر کا ہوا خواہ اور اطاعت گذار تھا اور جو کچھ کرتا تھا عالمگیر کے تیور دیکھ کر کرتا تھا ایسے جانباز اور مطیع دوست کو عالمگیر کے ہاتھ سے یہ صلہ ملا کہ قید ہوا اور پھر قید زندگی سے آزاد ہو گیا لیکن اس مسئلہ نے اس وجہ سے یہ صورت اختیار کی ہے کہ مورخوں نے پورا واقعہ بیان نہیں کیا عالمگیر نامہ اور مآثر عالمگیری کے مصنف تو اس قسم کے واقعات کے اسباب و علل سے مطلق بحث نہیں کرتے اس لئے ان سے کوئی شکایت نہیں ہو سکتی لیکن خافی خاں جو ان مصنفوں پر ترجیح کرنیکی غرض سے دوسرے ماخذوں سے اور بالخصوص عاقل خان کی تصنیف سے حالات بہم پہنچاتا ہے جب اس واقعہ کو لکھتا ہے تو صرف یہ لکھ کر رہ جاتا ہے:-

اول روز محمد مراد بخش را بحسن تدبیر کہ تقدیر بداں موافقت نمود کہ بہ ذکر تفصیل آں نمی پردازد دستگیر ساختہ زنجیر بپا انداختہ الخ (جلد دوم صفحہ ۲۳۸)

خافی خاں اس واقعہ کی تفصیل نہیں بیان کرتا - لیکن کیوں؟ کیا عالمگیر پر احسان ہے کہ وہ زیادہ بدنام ہونے پائے لیکن شاہ جہاں کی گرفتاری کا واقعہ تو اس سے بھی زیادہ بدنام کن تھا اس کو خافی خاں نے بڑی تلاش سے بہم پہنچایا چنانچہ خود لکھتا ہے۔

اگرچہ مولفان عہد نویس ہر سہ عالمگیر نامہ منزدی ساختن اعلیٰ حضرت را موافق مرضی مبارک بہ تزبان قلم دادہ اند اما عاقل خان خافی در واقعات عالمگیر تالیف خود و بشرح و بسط ذکر کردہ خلاصہ کلام آنکہ الخ (صفحہ ۱۳۲)

اسی عاقل خان نے مراد کی گرفتاری کو بھی تفصیل سے لکھا ہے۔ اسکو خافی خان کیوں قلم انداز کرتے ہیں۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ مراد گو نہایت دلیر بہادر سادہ جانباز تھا لیکن اس کے ساتھ نہایت سادہ لوح اور نہایت آسانی سے لوگوں کے دام میں آجاتا تھا دارا شکوہ پر جب اسکو فتح حاصل ہو چکی تو اب اس کو لوگوں کے بہکانے سے یہ خیال آیا کہ یہ معرکے میں نے سر کیے ہیں میں ہی تنہا تخت سلطنت کا حقدار ہوں اس خیال سے اس نے عالمگیر سے علیحدگی اختیار کی اور عالمگیر کے بڑے بڑے امرا کو بھاری تنخواہوں اور انعاموں کی طرح ڈال کر توڑنا شروع کیا چنانچہ بیس ہزار فوج اسکی رکاب میں جمع ہو گئی۔ اور روز بروز عالمگیر کی فوج گھٹتی جاتی تھی مجبوراً عالمگیر کو اس کا بندوبست کرنا پڑا عاقل خاں لکھتا ہے:۔

دریں منزل بعرض پایۂ افلاک فرسا رسید کہ سلطان مراد بخش از اکبر آباد کوچ نہ کردہ از رفاقت پہلو تہی ساخت و جمعے از ملازمان پادشاہ مثل ابراہیم خان ولد علی مردان خاں امیر الامرا وغیرہ ملازمت آنجناب (مراد بخش) اختیار کردہ در سلک ملازمانش انتظام یافتند و چوں مواجب و مناصب مقرر کردہ جمعیتے کہ بداں جناب رجوع می آمد رعایت کلی می فرماید قریب بیست ہزار سوار و ظل رایتش فراہم آمدہ روز بروز مردم ظاہر بین صورت پرست کہ از سر منزل معانی و حقیقت چندیں مرحلہ دور افتادہ اند بواسطۂ طمع منصب و چشم عنایت از اردوئے معلی یعنی از فوج عالمگیر جدا شدہ بہ آں جناب (مراد بخش) می پیوندند و جمعیت سپاہش آناً فاناً سمت ازدیاد می پذیرد۔

یہ اسباب تھے جن کی وجہ سے مراد بخش کو قابو میں لانا پڑا لیکن انصاف یہ ہے کہ عاقل خاں کی تحریر کے موافق جس طرح مراد کو گرفتار کیا گیا یعنی عالمگیر نے اسکو دعوت کے بہانے سے بلایا اور قیلولہ کرنے کے لئے جب وہ خوابگاہ راحت میں گیا تو ایک لونڈی بھیج کر اس کے ہتھیار منگوائے پھر شیخ میر وغیرہ کو بھیج کر اسکو گرفتار کرا لیا یہ ایک ایسا کام ہے

جو پولیٹکل قانون کی روسے گو جائز ہو اور گو مراد سے علانیہ جنگ کرنے میں ہزاروں کا خون ہوتا لیکن اگر عالمگیر اور خونریزیوں کی طرح اس کو بھی گوارا کرتا اور مراد پر تدبیر سے نہیں بلکہ شمشیر سے قابو پاتا تاہم اس کی مردانہ روش کی زیادہ داد دیتے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ عالمگیر نے کبھی یہ دعوے نہیں کیا کہ وہ خلیفہ منصور عباسی سے کہ جس نے ابو مسلم صفہانی بانی دولت عباسیہ کو دھوکے سے بلا کر قتل کرادیا تھا۔ زیادہ مدح کا مستحق ہے

یوروپین مورخوں کی غلط بیانیاں

یوروپین مورخوں نے ان واقعات کے متعلق جو غلط بیانیاں اور فریب کاریاں کی ہیں ان سب کو اگر کوئی لکھنا چاہے تو ایک مستقل کتاب لکھنی ہوگی میں نے ابتدائے بحث سے اس وقت تک قصداً ان کو نظر انداز کر رکھا تھا کہ ان میں الجھ کر کہیں نہ جاؤں لیکن اب جبکہ میں مبحث کو طے کر کے بحث کے خاتمہ پر آگیا ہوں تو نہایت اجمال کے ساتھ اس مسئلہ پر اس غرض سے کچھ لکھنا شروع کرتا ہے کہ یوروپین مورخوں کی غلط کاری نادو اقعیت فریب بازی اور دلچسپ تحریف کا اندازہ ہوسکے۔ شاہجہاں دارا شکوہ مراد ہر ایک واقعہ کے متعلق ان مورخوں نے بیہانات عرض کی ہیں لیکن اختصار کی غرض سے صرف مراد کے واقعہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) تمام یوروپین مورخین لکھتے ہیں کہ شاہجہاں کے مقابلے میں بغاوت اور دارا شکوہ کے لڑنے پر مراد کو عالمگیر نے ابھارا اور مختلف فریبوں سے اس کو آمادہ کیا لیکن علاوہ تاریخی کتابوں کے خود مراد کے خطوط موجود ہیں جن سے صراحتہً ہر جگہ ثابت ہوجاتا ہے کہ عالمگیر اپنی جگہ سے حرکت کرنا بھی نہیں چاہتا تھا اور بار بار مراد کو روکتا تھا ایک خط میں جو ۲۳ ماہ صفر یعنی شاہجہاں کی بیماری سے دو مہینے بعد مراد نے عالمگیر کو لکھا ہے تمام واقعات کی اطلاع دیکر اور عالمگیر سے شریک ہونے کی درخواست کر کے لکھا ہے:-

اگر آں صاحب مہربان نیز از طرف متوجہ شدہ بہ زود الالحاق بہیچ وجہ دریں باب توقف نخواہد

قرار نمی تواند داد -

جب عالمگیر نے ان خطوط کے جواب میں لکھا ہے کہ ابھی حضور اقدس زندہ ہیں اور ہم لوگوں کو جگہ سے حرکت نہ کرنی چاہئے اور آپنے بندر سورت پر چڑھائی نہ کی ہوتی تو بہتر ہوتا تو متعدد خطوں میں عالمگیر کو آگے کی طرف بڑھنے پر ابھارا ہے ایک خط میں جو ربیع الاول کا لکھا ہوا ہے لکھا ہے -

انچہ از تقریر و تحریر گرامی مفہوم شدہ کہ در وقوع آں واقعہ (وفات شاہ جہاں) تردد دارند - بہ خود معقول نمی تواند کرد - بہر حال چوں ہر چہ بعد از تیقن ایں معنی بائستے کرد بہ فعل آمدہ برگشتن از امکان دارد

پھر ایک اور خط میں لکھا ہے -

انچہ اندراج یافتہ کہ چوں تا حال خبر وقوع قضیہ ناگزیر (یعنی وفات شاہ جہاں) بما نہ رسیدہ بلکہ آثار صحت ظاہر می شود از جائے خود حرکت کردن بہ اظہار بعضے مراتب پرداختن مناسب نمی نماید اگراں برادر نیز بعد از تحقیق اخبار افواج بہ سورت تعامی فرستادند دریں کار نمی رفتند بہتری بود یہاں تک عالمگیر کا قول نقل کیا ہے) اور واقعہ نظر بنوشتہ جات وکیل چنیں بائستے کرد کہ مرقوم فرمودہ اند ما دریں ایام بریں با اعتماد نیت کہ از تقاریر جاسوسان معتمد بہ یقین پیوستہ کہ در اواسط شہر ذالحجہ حضرت را ہنگام موعود رسید و وکلائے ما برادران بہ معنی نظر بند اند بہر و تقدیر - استعلام خبر بردن - وقت و فابو را از دست دادن و بہ گفتگو عناد بازی خوردن و اطاعت او کہ جاہل طبیعت برمی نابد کردن است

اسی خط کے اخیر میں لکھا ہے :-

ملخص مہمات آنکہ قرار و مدار کار خود را بر محاربہ و جنگ گزاشتہ ہمہ جا مستعد و آمادہ کارزار است و سوائے ایں فکرے دیگر ندارد و مہیر امون خاطر جمع گردد و اگر انتظار

آں صاحب والا قدر مانع می بودند تا حال خود را بہ آں نواحی می رسانید۔ (مرقوم ربیع الاول)

اس پر بھی عالمگیر مراد کو بار بار روکتا ہے اور مراد بڑھنے کے لیے بیقراری ظاہر کرتا ہے چنانچہ ایک خط میں لکھتا ہے "مخلص را سوائے اجازت آں مہربان مانعے نیست" اس کے بعد جب مراد نے سورت کا قلعہ فتح کر لیا ہے تو ۱۸ ربیع الثانی کو عالمگیر کو ایک خط میں لکھتا ہے:-

لشکرے کہ مشغول آنجا (یعنی سورت) بود دریں زودی بہ حضور مے رسد منتظر اشارۂ اجازت آں صاحب مہربان ہست۔ اسی زمانہ میں یعنی ۱۴۔ ربیع الثانی کو ایک خط میں عالمگیر کو لکھتا ہے کہ

چوں آں صاحب والا قدر دریں وادی متردد خاطر بودہ در کارہائے ضروری آں وقتہا موقوف بہ تشخیص خبری دارند۔ ہر چند وقتے گذرد۔ مخالف (یعنی دارا شکوہ) قوت و استقلال دیگر میگیرد ایں قدر یقین حاصل ست کہ حضرت اعلیٰ شاہ جہاں مطلق اختیارے نماندہ است و آں حضرت را ملحد (دارا شکوہ) البتہ بقید خویش در آوردہ است کہ افواج بر سر شجاع رفتہ در پئے بر ہم زدن ما ہا است بمحض رفتن بہر نہجے کہ روے دہد آں ملحد را از میان بر داشتہ حضرت اعلیٰ را از دست او بر می آریم۔ بہر حال عازم مقصد شدن اول ہست اگر ایں طرز پسند خاطر اقدس صاحب قبلہ بھائی جیو شجاع را ہمدریں باب متفق ساختہ در یک ساعت و یک وقت از جاہائے خود روانہ مطلب می باید شد۔

اس قسم کے اور بہت سے خطوط ہیں جن سے علانیہ ثابت ہوتا ہے کہ عالمگیر بار بار روکتا ہے اور کہتا ہے کہ حضور اقدس کی زندگی تک ہم لوگوں کو اپنی اپنی جگہ پر رہنا چاہیے لیکن مراد کبھی تو یہ کہتا ہے کہ درحقیقت حضرت اقدس رحلت کر گئے کبھی لکھتا ہے کہ حضور اگر زندہ بھی ہیں تو دارا شکوہ کے قابو میں ہیں کبھی لکھتا ہے کہ اب تو جو ارادہ کر لیا اب آپ بھی ساتھ دیجیے ورنہ بندہ تنہا روانہ ہوتا ہے انصاف کرو ان تصریحات کے بعد یورپین مورخوں یا خافی خان کا یہ بیان کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے کہ عالمگیر نے مراد کو دم دلاسے دیکر اپنی شرکت پر آمادہ کیا۔

(۲) یورپین مورخین عموماً لکھتے ہیں کہ عالمگیر نے مراد سے معاہدہ کیا تھا کہ سلطنت آپ کو ملیگی

ہیں دارا شکوہ کے استیصال کے بعد حج کو چلا جاؤں گا۔ بیز صاحب لکھتے ہیں کہ اسی بنا پر عالمگیر عموماً
مراد کو "حضرت" کے لفظ سے خطاب کرتا تھا۔ خافی خان کی طرز تحریر سے پایا جاتا ہے مراد کو سلطنت کی
امید دلائی گئی تھی لیکن یہ ایک نہایت تاریخی غلطی ہے بے شبہ تینوں بھائیوں میں ایک معاہدہ
ہوا تھا۔ لیکن خافی خاں اور یوروپین مورخوں نے اسکی تحقیق کرنے کی تکالیف گوارا نہ کی کہ وہ
معاہدہ کیا تھا۔ مرزا مراد نے اپنے خطوط بنام عالمگیر اور شجاع کو لکھے ہیں جا بجا اس کا اشارہ
کیا ہے اسکا حاصل یہ ہے کہ دارا شکوہ جب ہم میں کسی ایک پر چڑھائی کرے اور بھائی بھی اعانت
میں شریک ہوں چنانچہ ایک خط میں لکھا ہے :-

از معاہدات فیما آن ست کہ ہرگاہ ملحد (دارا شکوہ) بہ یکے از برادران بہ بیچد دیگراں یکند

اس کے سوا یہ بھی معاہدے میں داخل تھا کہ فتح کے بعد ایک ثلث مال غنیمت اور کابل و پنجاب و کشمیر کے
علاقے مراد کو دے جائیں عاقل خاں واقعات عالمگیری میں لکھتا ہے :-

قرار یافتہ کہ ثلث از غنائم لقب سلطان یعنی (مراد بخش) بہ سرکار رفیض آثار یعنی عالمگیر
عائد گردد و بعد تسخیر کل قلمرو حضرت صاحبقران و فتح ممالک محروسہ ہندوستان ولایت
پنجاب و ملتان و کشمیر و کابل ۔ بجناب سلطانی تعلق گیرد آنجناب یعنی (مراد) در
ولایت مذکورہ علم سلطنت بہ عز و نداں آں بھی سرو کوس فرمانروائی بنوازد و خطبہ و سکہ بنام خود بسازد

چنانچہ دارا شکوہ کی شکست کے بعد جب مراد نے عالمگیر سے ناراضی اور علیحدگی ظاہر کی تو عالمگیر نے
اسی معاہدہ کی بنا پر ۲۰ لاکھ روپے نقد بھیجے اور کہلا بھیجا کہ دارا شکوہ کے قصہ کے فیصل ہونے کے
بعد کابل اور پنجاب اور کشمیر بھی حوالے کیا جائے گا عاقل خاں لکھتا ہے :-

لاجرم آنحضرت عالمگیر مبلغ بست لاکھ روپیہ نقد بہ واسطہ ارسال داشتہ پیغام کردکہ بالفعل
ایں مبلغ را بصرف ضروریات خاصہ خود و سپاہ صرف نمایند و چیزے کہ آں برادر والا تبار مقرر گردیدہ کہ
ثلثے از غنائم بہ سرکار ایشاں عائد گردد و تتمہ نیز خواہد رسید انشاء اللہ تعالیٰ بعد از اتمام
پذیرفتن مہم دارا شکوہ ولایت پنجاب کابل و کشمیر بہ آں سند آرائے سلطنت جہانداری

ارزانی خواہد شد۔

ان واقعات کے مقابلہ میں ڈاکٹر برنیر صاحب اور دیگر یوروپین مورخوں کا یہ بیان کہ عالمگیر نے مراد کو اس بھرے پر چڑھایا کہ ہندوستان کی سلطنت کے صرف آپ مستحق ہیں اور میں آپ کو سلطنت دلا کر گوشہ نشین ہو جاؤں گا کس قدر صریح افترا و بہتان ہے۔ ڈاکٹر برنیر نے اس مضمون کو بار بار بڑے زور سے بیان کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

اورنگزیب اگرچہ بظاہر مراد بخش کو بادشاہ ہندوستان کہہ کر گفتگو کرتا رہا ظل اللہ سے کہا کہ صرف حضرت ہی تخت نشینی کے لائق ہیں (صفحہ ۱۰۴)

ڈاکٹر صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ عالمگیر نے مراد کو ایک خط لکھا جس کے برجستہ فقرے یہ ہیں۔
"بھائی تمکو اسبات کے یاد دلانے کے لئے کچھ حاجت نہیں کہ امور سلطنت کی محنت اٹھانی میرے اصلی مزاج اور طبیعت کے کس قدر مخالف ہے۔ اور اگرچہ سلطنت کے حق حقوق اور دعووں سے میں بالکل دستبردار ہوں بھی نہیں کہ داراشکوہ فرمانروائی کے اوصاف سے خالی ہے بلکہ لامذہب اور کافر ہونے کی وجہ سے بالکل تاج اور تخت کے لائق نہیں ہے، اس صورت میں اس عظیم الشان سلطنت کی فرمانروائی کے لائق صرف آپ ہی ہیں اور میری بابت تو یہ تصور کر لیجیے کہ اگر آپ کی طرف سے موثق اور مستحکم طور پر مجھے یہ وعدہ ملجائے گا کہ جب بفضل خدا آپ بادشاہ ہو جائیں گے تو مجکو اپنے قلمرو میں کوئی خلوت کا گوشہ عافیت بہ اطمینان خاطر عبادت بجالانے کو عنایت فرمادیجیے گا۔ پس ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیجیے اور موقع کو غنیمت سمجھیے اور جلدی سے سورت کے قلعہ پر قبضہ کر لیجیے۔

انصاف کرو ڈاکٹر صاحب کے یہ بیانات کس قدر صحیح ہیں اور خصوصاً یہ بیان کہ آپ فوراً سورت پر قبضہ کر لیجیے اور دیر نہ لگائیے کس قدر سچ ہے مراد کے خطوط میں خود تصریح ہے کہ عالمگیر مراد کو بیہودہ نقل و حرکت سے روکتا رہا بالخصوص قلعہ صورت پر اسکی پیش قدمی کی نسبت صاف لکھا کہ نامناسب تھی۔ ڈاکٹر برنیر صاحب الٹا عالمگیر کو مراد کی پیشدستی کا محرک بتلاتے ہیں ہم کو مراد اور ڈاکٹر برنیر صاحب میں سے کس پر اعتبار کرنا چاہیے۔

(۴) تمام یورپین مورخین لکھتے ہیں کہ عالمگیر نے شراب پلوا کر مراد کو گرفتار کیا۔ لیکن ڈاکٹر برنیر صاحب کے سوا کسی مورخ نے اسکے متعلق ایک حرف بھی نہیں لکھا طرہ یہ کہ الفنسٹن صاحب گورنر بمبئی اپنی تاریخ ہندوستان کے ایک نوٹ میں لکھتے ہیں۔

اگرچہ برنیر صاحب بھی اسی زمانہ کے قریب تھے اور وہ عمدہ لکھنے والے ہیں مگر تقریری اور تحریری واقفیت انکی محدود ہوگی اور ہندوستانیوں پر رائے لگانے کے ذریعہ ان کے پاس کچھ تھوڑے موجود ہوں گے علاوہ اس کے ان کے بیان میں ایسی ایسی حکایتیں مذکور ہیں جو لوگوں کی بناوٹی معلوم ہوتی ہیں (صفحہ ۹۹۹ مطبوعہ علی گڈھ)

الفنسٹن صاحب نے برنیر صاحب کے متعلق نہایت محققانہ رائے دی ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ان کے نزدیک برنیر کا بیان وہیں تک ناقابل اعتبار ہے جہاں تک عالمگیر کے موافق ہے ورنہ عالمگیر کی مخالفت میں اس کا ایک ایک حرف وحی ہے اور نہ صرف الفنسٹن صاحب بلکہ تمام یوروپین مورخین اس کو صحیفہ آسمانی سمجھتے ہیں۔ عالمگیر کے الزامات کی تمامی روداد تمھارے سامنے ہے غور سے پڑھو اور بار بار پڑھو اور ایک ایک واقعہ کو جانچو اور پھر دیکھو کہ مخالف مورخوں نے عالمگیر کے برا ثابت کرنے کے لئے کیا کیا غلط بیانیاں کی ہیں کس کس طرح واقعات کو بدلا ہے کیا کیا غلط نتائج قائم کئے ہیں کن کن پرفریب طریقوں سے کام لیا ہے عالمگیر کیا اگر یہ کوشش نوشیرواں کے متعلق صرف کی جاتی تو وہ بھی شیطان مجسم نظر آتا۔

عبرت عالمگیر کے دوستوں میں ایک صاحب لین پول صاحب ہیں انھوں نے عالمگیر کے حالات میں ایک کتاب لکھی ہے اور اپنی دانست میں عالمگیر کے تمام الزامات کا جواب دینا اور عالمگیر کو قابل مدح ثابت کرنا چاہا ہے۔ لیکن انکا طریقہ یہ اختیار کیا ہے کہ عالمگیر کی ہر قسم کی برائیاں یعنی دارا شکوہ و مراد کا قتل ہندو ریاستوں سے بگاڑ۔ بنیاد سلطنت کا متزلزل کرنا بتخانوں کا توڑنا ہندوؤں کا ملازمت سے موقوف کرنا دکن کی اسلامی سلطنتوں کا برباد کرنا

مرہٹوں کے پیچھے فوج ملک اور سلطنت کو غارت کرنا وغیرہ ثابت کی ہیں اور لکھا ہے کہ عالمگیر چونکہ ایک نہایت دیندار پکا راسخ مسلمان تھا اس لئے فرائض مذہبی کے لحاظ سے ایسا کرنا اُس کا فرض مذہبی تھا۔ چنانچہ منجملہ اور بہت سے مقامات کے ایک جگہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

مغلوں کی تاریخ میں یہ سب سے پہلا بادشاہ ہے جو پکا مسلمان تھا جو ممنوعات سے خود پرہیز کرتا تھا اور دوسروں کو جو اس کے گرد تھے باز رکھتا تھا وہ ایسا بادشاہ ہوا جس نے محض مذہب کے بدولت اپنے تخت کو معرض خطر میں ڈال دیا وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ صلح جول سب سے زیادہ محفوظ طریقہ تھا جو مختلف قوموں اور متناقض مذاہب کی بنی ہوئی سلطنت کے قائم رکھنے میں اختیار کیا جا سکتا۔ وہ ضرور اس پرخطر راستہ سے واقف ہوگا جس پر وہ گام فرسائی کرتا تھا اور خوب جانتا ہوگا کہ ہندوؤں کے ہر ایک خیال سے علیحدگی کرنا اور ایرانی متوسلوں کو جو اس کے دربار میں بڑے بڑے سردار تھے علانیہ مخالفت کر کے دشمن بنانا گویا انقلاب کو خود بلانا تھا تاہم اُس نے یہی رستہ اختیار کیا اور بڑے استقلال سے اپنی پچاس برس کی عدیم المثال فرمانروائی میں اسی پر چلا گیا یہ حیلہ کارروائیاں اورنگ زیب نے کسی گہری حکمت عملی کی وجہ سے نہ کی تھیں بلکہ ان کو وہ قطعی حق سمجھتا تھا (ترجمہ لین پول صفحہ ۳ ۱۶ و ۱۶۴)

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں۔

اورنگ زیب کے عہد حکومت میں ناکامی تو ہوئی لیکن یہ ناکامی بڑی رفیع الشان ناکامی تھی دنیا کا رستہ اُس نے اپنی قوت ایمانیہ پر نثار کر دیا تھا اُس نے اپنے ادائے فرض کا راستہ منتخب کر لیا تھا اور چونکہ وہ قطعی غیر ممکن العمل تھا لیکن پھر بھی وہ بڑے استقلال سے اُسی پر چلا گیا اگر اورنگ زیب ایک دنیا دار شخص ہونے کے قابل ہو سکتا تو اس کا راستہ بے خلش زرق گل سے ڈھکا ہوتا لیکن اس کی شان اور کامرانی تو اسی میں ہے کہ اُس نے اپنی روح کو مجبور نہیں کیا اور علم عقائد کو پیٹھ دکھانے کی جرات نہ کی۔ ہندوستان کا یہ دیندار اعظم

ایسے مادہ کا شخص ہمیشہ اس سے تاج شہداء جیت لیا صفحہ ۲۰۱

لین پول صاحب کی یہ مہربانی چنداں قابل تعجب نہیں وہ یورپین مورخ ہیں اور ان کو یہی کرنا چاہیے تھا لیکن عبرت کا یہ مقام ہے کہ جدید تعلیم یافتہ گروہ لین پول صاحب کی کتاب کو عالمگیر کی حمایت خیال کرتا ہے - چنانچہ ایک صاحب نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا اور قوم کے ایک بزرگ مشہور و معزز کے نام معنون کیا کہ یہ ایک اسلامی خدمت ہے!!!

ز نادانی ہمراہ کرد ہمدم کار من ضائع عجب تر اینکہ بر من منت بسیار ہم دارد

"عیب ما جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو" ایک طول طویل افسانہ جو مدت میں جا کر ختم ہوا اس کا حاصل صرف اس قدر نکلا کہ عالمگیر اتنا برا نہ تھا جتنا اس کے مخالف اسکو بتاتے ہیں - لیکن کیا عالمگیر کی قسمت میں اسی قدر ہے کیا اسکو اسی پر قناعت کرنی چاہیے کہ عیب نہ سہی تعریف سے بچ جائے - ہمکو مخالف مورخوں کی اس حق گوئی کی داد دینی چاہیے کہ انھوں نے گو عالمگیر کے معائب بھی ننگا کر دکھائے لیکن محاسن کے اظہار میں کچھ کمی نہیں کی یہ البتہ ہے کہ معائب کا صدور اس بلند آہنگی سے ہوا کہ خوبیوں کی بھنک بھی کانوں تک نہ آسکی - لیکن اب جبکہ الزامات کا تجزیہ و تاریک مطلع کسی قدر صاف ہو گیا ہے عالمگیر کی حقیقی خوبیوں کے پیش نظر کرنے کا موقع ہے -

ملکی اصلاحات اور انتظامات

تیمور اپنے جانشینوں کے کارنامے میں ہمیشہ ملکی فتوحات اور وسعت حدود ڈھونڈتا رہے گا - عالمگیر اس امتحان میں پورا اتر سکتا ہے وہ آسام اور تبت کو مسخر کر چکا ہے - دکن کی دو سلطنتیں حدود حکومت میں شامل ہو گئی ہیں مختصر یہ کہ اس کے عہد میں تیموری حکومت کے عہد جس قدر وسیع ہوئے کبھی نہیں ہوئے تھے - لیکن ہمکو عالمگیری تاریخ حکومت میں تیمور کے مذاق کی پیروی کی ضرورت نہیں چنگیز خاں نے بھی ملک فتح کیے تھے - سکندر بھی بہت بڑا کشورستان تھا لیکن ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ملکی انتظامات اور اصلاحات میں عالمگیر نے کیا کیا کیا ہے اسکی تفصیل حسب ذیل ہے -

(۱) تمام سلاطین کے زمانہ میں مالگذاری کے علاوہ بیسیوں ناجائز ٹکس و محصول جاری

نئے ٹیکسوں کی موقوفی جن کی مجموعی تعداد مال گذاری کی برابر پہنچ جاتی تھی مثلاً چنگی (یا مذری ر مکان کا ٹکس) سر شماری، بر شماری، برگذری، خوشانہ، جرمانہ، شکرانہ وغیرہ وغیرہ ان محصولوں کی تعداد اسی تک پہنچی تھی اور ان کی آمدنی جیسا کہ خافی خاں نے لکھا ہے کروڑوں سے زیادہ تھی۔ عالمگیر نے یہ تمام محاصل ایکدم موقوف کر دیئے۔

(۳۰) اکبر کے زمانے میں مال گذاری اور خراج کا جو دستور العمل مرتب ہوا تھا اس کی بہتر تمہید قانون مال گذاری اور بندوبست آرہی اور ترمیم نہیں ہوئی۔ عالمگیر نے اپنے زمانہ میں ترمیم اصلاح کر کے ایک جدید دستور العمل طیار کیا۔ چنانچہ ہمارے ایک بنگالی دوست جدوناتھ سرکار پروفیسر پٹنہ کالج نے اسکو انگریزی ترجمہ کے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے پرچہ میں چھاپا ہے ہم تطویل کے لحاظ سے اسکو نقل نہیں کر سکتے اس موقع پر یہ ظاہر کرنا مناسب ہوگا کہ عالمگیر کے زمانہ میں محاصل سلطنت اس قدر ترقی کر گیا تھا کہ اکبر اعظم کے عہد سے اس وقت تک کبھی نہیں ہوا تھا چنانچہ ہم عہد بہ عہد کی تفصیل لکھتے ہیں۔

اکبر ایک کروڑ نوے لاکھ پونڈ شاہجہاں ۲ کروڑ ۲۷ لاکھ پچاس ہزار پونڈ عالمگیر چار کروڑ پونڈ یعنی ساٹھ کروڑ روپیہ۔ عالمگیر کے حدود حکومت میں جو اضافہ ہوا تھا وہ حیدرآباد، بیجاپور، آسام، چاٹگام، اور تبت تھا لیکن ان تمام ملک کی آمدنی دو تین بارہ کروڑ روپیہ سے زیادہ نہیں ہو گی تھی باقی جو اضافہ ہے وہ صرف ہندوستان کی خوبی اور ملک کی آبادی کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے

عہدہ داروں کے مرنے پر جائداد اور مال کی ضبطی کا موقوف کرنا

(۳۱) عالمگیر کے زمانے تک یہ عام قاعدہ تھا کہ جب کوئی عہدہ دار سلطنت مر جاتا تو اس کی تمام جائداد اور اسباب ضبط ہو کر شاہی خزانہ میں داخل ہو جاتا تھا اگرچہ یہ قاعدہ جیسا آج ظالمانہ نظر آتا ہے اس زمانہ میں نہ تھا اور درحقیقت بعض خاص مصالح پر مبنی تھا۔ لیکن اس میں یہ شبہ نہیں کہ یہ طریقہ بہت سی برائیوں اور بے ہودگیوں کا سرچشمہ بن گیا تھا عالمگیر نے اس قاعدے کو سرے سے موقوف کر دیا (آثر عالمگیری)

بس ہے صفحہ (۵۱۱)

واگذاشت متروکات امرائے عظام کہ مطالبہ دار سرکار معلی نباشند از عقاب آنہا کہ متصدیان بادشاہی در ایام سلاطین سابق بہ فراوان احتیاط ضبط می نمودند این معنی سبب آزار ماتم زدگان و اقربا و جیران می شد عفو فرمودہ بودند۔

خافی خاں اور لین پول بھی اس واقعہ سے انکار نہیں کرتے۔ لیکن کہتے ہیں کہ اس حکم کی تعمیل کم ہوتی تھی کیونکہ عالمگیر کے امرا اس کے احکام کی پوری تعمیل نہیں کرتے تھے اسکا فیصلہ ناظرین کے ہاتھ ہے (۴) سب سے بڑا کام جس سے شاید دنیائے اسلام کی تاریخ خالی ہے یہ ہے کہ بادشاہ وقت کے مقابلے میں اگر کوئی شخص دادرسی چاہے تو نہ اسکی مجال تھی نہ اس کا کوئی قاعدہ مقرر تھا۔ عالمگیر نے ۱۰۸۲ھ میں یہ فرمان نافذ کیا کہ تمام اضلاع میں سرکاری وکیل مقرر کئے جائیں اور عام منادی کرادی جائے۔ کہ جس کسی کو بادشاہ پر کوئی دعوے ہو پیش کرے اور سرکاری وکیل اس کی جوابدہی کرے اور اس کا حق ثابت ہو تو سرکاری وکیل سے اپنا مطالبہ وصول کرے خافی لکھتا ہے صفحہ ۹۴ ۔

دریں سال از راہ حق پرستی و عدالت گستری حکم فرمودند کہ در حضور و شہرہا منادی نمایند کہ بر ذمہ بادشاہ طلب و دعوی داشتہ باشد حاضر گشتہ بہ وکیل بادشاہی رجوع نماید بعد اثبات حق خود بستانند و فرمودند کہ وکیل شرعی از طرف آں بادشاہ دادگر برائے جواب خلق اللہ کہ دسترس بمیدان حضور ندانستہ باشند در حضور و بلاد دور و نزدیک مقرر نمایند و در ہمہ صوبجات وکیل شرعی تعین گردیدند۔

(۵) ملک اور رعایا کی حالت دریافت کرنے کے لیے پرچہ نویسی اور واقعہ نگاری کے واقعہ نگار اور پرچہ نویس صیغے کو نہایت وسعت دی اگرچہ اس میں شبہہ نہیں کہ یہ محکمہ خطرے سے خالی نہیں اگر پرچہ نویس خود غرض اور رشی ہوں تو ان سے بڑھ کر کوئی چیز ملک کی برباد

لہ لین پول صفحہ ۱۱۶ و ۱۱۷ لین پول نے نہایت صحیح ماخذوں سے اکو متعلق تفصیلی رپورٹ لکھی ہے۔

معتوزریعہ اگر ہے تو یہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو خلفا اور سلاطین مثلاً عمر فاروق، مامون الرشید ناصرالدین اللہ عدل و انصاف کے نمونے تھے سب نے یہ محکمہ قائم کیا تھا اور اسکو نہایت وسعت دی تھی البتہ بڑی احتیاط سے اس کے متعلق کام لیتے تھے۔ عالمگیر بھی نہایت احتیاط برتتا تھا اور اس کے خطرات سے بخوبی واقف تھا ایک موقع پر خود ایک رقعہ میں لکھا ہے۔

از انجا کہ سوانح نگاران برائے اغراض نفسانی چیزہائے بسیار بیرخانہ زادان ترتیب کردہ نامے بہ یند باید کہ آں فدوی بہ دیوان بزنگارد کہ ہمہ مرزا اچنانچہ باید بتحقیق نماید و بہ حضور معروض دارد

معزالدین اپنے پوتے کو ایک رقعہ میں اپنے واقعہ نگار کے متعلق لکھتا ہے:۔

اگر دانند خدمت واقعہ نگاری بہ دیگرے مقرر نمایند کہ حالاتِ واقعہ نگار وا قعہ نماید۔

اعظم شاہ کو ایک رقعہ میں لکھا ہے:۔

واقعہ نگار و ہرکارہ ہائے معتبر و محتاط در محال بگذارند در روزمرہ احکام عمال بخوانند

پرچہ نویسی کے انتظام کی بدولت ہندوستان جیسے وسیع ملک کے ایک ایک کونے کی خبر عالمگیر کو پہنچتی تھی اس کے عہد کی یہ مخصوص بات ہے کہ جس قدر رعایا کی اصلی حالت سے خبر رکھتا تھا اور ان کی آسائش و آرام کا انتظام کرتا تھا کسی سلطنت میں اسکی نظیر بہت کم مل سکتی ہے اس کے رقعات پڑھو۔ شہزادوں، صوبہ داروں، عاملوں کی ایک ایک فروگذاشت کو پکڑتا ہے۔ واقعہ نگار کا حوالہ دیتا ہے ہزاروں کوس پر کسی سوداگر یا کسی راہ چلتی کی کوئی چیز ضائع ہو جاتی ہے تو فوراً اسکو خبر لگ جاتی ہے اور وہاں کے عامل سے باز پرس کرتا ہے۔

(۶) عالمگیر کی تاریخ حکومت کا سب سے حیرت انگیز واقعہ اس کا کلیات اور جزئیات پر یکساں حاوی اور باخبر ہونا ہے وہ ایک طرف تو ایسے بڑے بڑے مہمات میں مصروف رہتا تھا جن سے دم لینے کی مہلت بھی نہیں مل سکتی ہے۔ دوسری طرف چھوٹے سے چھوٹا واقعہ بھی اس کی آگہی سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا اور وہ ان کو بھی اسی توجہ اور غور سے انجام دیتا تھا

الفنسٹن صاحب سے زیادہ عالمگیر کا کوئی دشمن نہیں گذرا ہے انکو بھی مجبوراً لکھنا پڑا۔

وہ خود تن تنہا اپنی حکومت کی ہر شاخ کی کارگذاری جزوی کاموں کی لحاظ اور حیثیت سے کرتا رہا لشکر کشیوں کے نقشے سوچتا تھا۔ لشکر کشیوں کے زمانے میں ہدایتیں جاری کرتا تھا۔ سرداروں کی قلعوں کے نقشے بہ ایں مقصود اسکی خدمت میں ارسال کرتے تھے کہ حملوں کے مقاموں کو مقرر کرے اُنکے رقعوں میں پٹھانوں کے ملکوں میں سڑکوں کے جاری کرانے اور ملتان آگرے کے فساد و نکو دبانے بلکہ قندھار کو دوبارہ حاصل کرنے کی تدبیریں مندرج پائی جاتی ہیں اور اسی عرصہ میں فوج کا کوئی ٹکڑا یا باربرداری کی کوئی رسد نہ تھی جس کا نوچ تمام اپنے حکموں کے بدون پایا جائے جس میں سے تھوڑے بہت حکموں کو اورنگ زیب نے خاص اپنے ہاتھوں سے جاری نہ کیا ہو ضلع کی مالگذاری کے ادنے افسر کا تقرر یا کسی دفتر میں کسی محرر کا انتخاب اپنی توجہ فرمائی کے نامناسب نہ سمجھتا تھا اور سارے کارگذاروں کی کارگذاری کی نگرانی جاسوسوں اور آنے جانے والوں کے ذریعہ سے کرتا تھا اور ایسی خبروں کی اصل و بنیاد ہمیشہ فہمائش اور ہدایتوں کے وسیلے سے انکو آگاہ اور خبردار رکھتا تھا مگر تفصیل جزئیات پر ایسے ذوق و شوق سے منہمک ہوتا۔ جیسے کہ ہوشیاری اور بیدار مغزی کی دلیل ہے ویسے ہی کام کلج کی اصلی ترقی اور اجرائے کار کی غرض کے لئے چنداں مفید نہیں مگر جو کہ **اورنگ زیب** کی ذات اور طبیعت میں التفات جزئیات کے ساتھ بڑی سی چابکی اور چالاکی سلطنت کی عمدہ عمدہ کاموں میں بھی پائی جاتی تھی اس سے طبیعت کی آمادگی اور نہایت گرم جوشی ایسی معلوم ہوتی ہے جو ہر زمانے میں بڑی عجیب و غریب سمجھی جاتی ہے۔

رے ، ایشیائی سلطنتیں اس بات میں ہمیشہ بدنام رہیں کہ عمال و عمدہ دار اکثر رشوت خوار ہوتے تھے ہر رشوت خواری کے اسباب میں بہت بڑا قوی سبب پیشکش اور نذرانہ کی رسم تھی یعنی تمام وزرا، امرا، عمال سالانہ جشن میں بادشاہ کو نہایت گراں قیمت نذرانہ پیش کرتے تھے یہ نذریانہ اکثر ان لوگوں کے سالانہ تنخواہ کے قریب قریب برابر پڑ جاتے تھے اس بنا پر ان لوگوں کو اس نقصان کی تلافی کے لئے خواہ مخواہ رعایا سے رشوت لینی پڑتی تھی ۔ جہانگیر اپنی تزک میں ان نذرانوں کا ذکر بڑے لطف اور مسرت کے لہجے سے کرتا ہے اور ایک ایک چیز کی تفصیل لکھتا ہے۔ بعض نذرانوں کی تعداد

کرور سے زائد پہنچ گئی ہے اگرچہ اس کے مقابلہ میں بادشاہ بھی بشمار انعامات و اکرامات کرتا تھا۔ لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ ان انعامات سے نذرانوں کا پورا بندوبست ہوتا تھا اس کے علاوہ انعامات اکثر نقد کی صورت میں نہیں ہوتے تھے اور نذرانہ میں جو چیزیں پیش کی جاتی تھیں خرید کر مہیا کرنی پڑتی تھیں۔ بہر حال یہ قطعی ہے کہ یہ نہایت برا طریقہ تھا۔ اور سینکڑوں مفاسد اس سے پیدا ہوتے تھے۔ عالمگیر نے اس طریقہ کو بالکل بند کر دیا چنانچہ تفصیل اسکی آگے آتی ہے۔

(۸) عالمگیر کے عہدِ حکومت کا سب سے بڑا کارنامہ اس کا عدل و انصاف ہے جس میں عزیز و بیگانہ، غریب و امیر، دوست و دشمن کی کچھ تمیز نہ تھی ایک دفعہ میں خود لکھا ہے :۔ کہ معاملات انصاف میں شہزادوں کو میں عام آدمیوں کی برابر سمجھتا ہوں یہ محض دعویٰ نہیں بلکہ غیروں نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ لین پول صاحب عالمگیر کے سوانح میں لکھتے ہیں۔

اور وہ جس کی ذاتی سند تو چنداں قابل اعتبار نہیں لیکن جس نے اپنی رائے ایسی نکتہ چینیوں کی تحریر سے اخذ کی ہے جسکو اورنگ زیب کی ذرا بھی پاسداری نہ تھی یعنی نکتہ چین منبئی اور سورت کے تاجر میں کہتا ہے مثل اعظم عدل کا دریائے اعظم ہے جیسے تلے الصاف سے وہ عموماً تجویز کرتا ہے کیونکہ شہنشاہ کے حضور میں سفارت امارت اور منصب کی کچھ پیش نہیں جاتی بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی **اورنگ زیب** اس مستعدی سے بات سنتا ہے جس طرح کہ بڑے سے بڑے امیر کی ڈاکٹر **کاریری** نے بھی جس نے اورنگ زیب کو بمقام دکن ۱۶۹۵ء میں دیکھا تھا اس کا چال چلن بیان کیا ہے۔

ایک اور موقع پر لین پول لکھتا ہے :۔

سیاحوں کی مخالفانہ نکتہ چینیاں اورنگ زیب کے چال چلن پر اسی زمانہ تک ہیں جبکہ وہ شہزادہ تھا لیکن وہ سیاح جس وقت اس کے زمانہ شاہنشاہی کا حال لکھتے ہیں تو سوائے کلمات تحسین کے اور کچھ نہیں لکھتے اس کی پچاس برس دراز عہد حکومت میں کوئی ظالمانہ فعل بھی اس کے خلاف ثابت نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ہندوؤں

---

۵ ترجمہ لین پول صفحہ ۵۰۹۔

کے ستانے میں بھی جو اس کی دینداری کا ایک جزو تھا سب کو تسلیم ہے کہ کوئی قتل یا جسمانی تکلیف رسانی نہیں پیش آئی[۵۵]۔

عالمگیر نے اپنی زندگی کا مقصد سلطنت کے جاہ و جلال شان و شوکت ناز و نعم کے بجائے صرف رعایا کی خدمت اور راحت رسانی قرار دیا تھا۔ وہ انتہائے پیری تک دربار میں کھڑے ہو کر عرضیاں لیتا تھا اور خود اپنے ہاتھ سے ان پر حکم لکھتا تھا۔ **ڈاکٹر جیلی کریری** نے اسی برس کی عمر میں عالمگیر کو دیکھا تھا وہ بیان کرتا ہے:۔

کہ وہ صاف و سفید ململ کی پوشاک پہنے ہوئے عصائے پیری کے سہارے امیروں کے جھرمٹ میں کھڑا ہوا تھا اور اسکی پگڑی میں بڑا قیمتی زمرد کا تمغا ہوا تھا اور خواہوں کی عرضیاں لیتا جاتا تھا اور بلا عینک پڑھ کر خاص اپنے ہاتھ سے دستخط کرتا جاتا تھا اور اس کے بشاش بشاش چہرے سے صاف مترشح تھا کہ وہ اپنی مصروفیت سے نہایت شاداں و فرحاں ہے[۵۶]۔

وہ دن میں دو تین دفعہ دربار عام کرتا تھا اور مطلق کسی کی روک ٹوک نہ تھی ادنی سے ادنی جو چاہتا تھا کہتا تھا اور عالمگیر نہایت توجہ سے سنتا تھا۔ مرزا کام بخش عالمگیر کا نہایت چہیتا بیٹا تھا۔ اس کے کوکہ پر قتل کا الزام قائم ہوا عالمگیر نے حکم دیا کہ عدالت میں تحقیقات کی جائے کام بخش نے اسکی حمایت کی عالمگیر نے کام بخش کو دربار میں بلا بھیجا کام بخش اس کو بھی ساتھ لاتا تھا اور اپنے آپ سے جدا نہیں کرتا تھا عالمگیر نے حکم دیا کہ کام بخش بھی کوکہ کے ساتھ قید کیا جائے۔ چنانچہ اس حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ شاہ طہمن جانی ۱۰۸۵ھ میں **حسن ابدال** کے سفر میں عالمگیر نے ایک دن ایک باغ میں قیام کیا دیوار کے پیچھے ایک بڑھیا کا مکان تھا۔ بڑھیا کی ایک پن چکی تھی جس میں باغ سے پانی آتا تھا سرکاری آدمیوں نے پانی روک دیا اور پن چکی بند ہو گئی۔ عالمگیر کو خبر ہوئی اسی وقت پانی کھلوا دیا رات کو خاصہ

۵۵ منتخب اللباب جلد [illegible] ترجمہ تاریخ الفنسٹن مطبوعہ علی گڑھ صفحہ ۳۳۷ [illegible] مآثر عالمگیری [illegible]

۵۶ مآثر عالمگیری صفحہ [illegible] ۱۳۳، ۲۴۲ [illegible]

پر بیٹھا تو دو قاب کھانے کے اور پندرہ اشرفیاں شیخ ابوالخیر کو دیں کہ جاکر بڑھیا کو دو اور میری طرف سے معذرت کرو کہ افسوس ہمارے آنے کی وجہ سے تمکو تکلیف ہوئی تم معاف کرو صبح ہوئی تو پالکی بھیجکر بڑھیا کو بلوایا اور حرم میں بھیجا دریافت سے معلوم ہوا کہ بڑھیا کی دو بن بیاہی بیٹیاں اور دو بچے ہیں دو سو روپیہ عنایت کیے مستورات نے اسکو زر و جواہر سے مالا مال کر دیا دو تین دن کے بعد پھر بلوایا اور لڑکی کی شادی کے لیئے دو ہزار روپیہ عنایت فرمائے بیگمات اور شہزادوں نے روپیہ اور اشرفیاں برسا دیں یہاں تک کہ چند روز کے بعد بڑھیا اچھی خاصی امیر ہوگئی۔ **ورشن** کے طریقے کو اس نے نہایت سختی سے بند کیا تھا۔ لیکن یہ اجازت دی کہ کوئی دادخواہ آئے تو اسکی عرضی رسی میں باندھ کر اوپر پہنچا دی جائے۔

اس قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں۔ لیکن ایک آرٹکل میں یہ تمام کارنامے سما نہیں سکتے عالمگیر کے رقعات پڑھو ہر سطر میں نظر آتا ہے کہ کس تاکید کس اہتمام کس شفقت سے انصاف رسانی کے متعلق احکام اور فرامین بھیجتا رہتا ہے اور دل سے لگی ہے کہ ایک شخص کا بھی بال بیکا نہونے پائے (۹) تیموری سلاطین اگرچہ درحقیقت شخصی حکومت کے بہتر سے بہتر نمونے تھے لیکن حکومت کا

بادشاہ پرستی کو مٹانا	نظام تمامتر بادشاہ پرستی پر مبنی تھا۔ بادشاہ ایک وجود مافوق الفطرۃ

ہے وہ خدا کا سایہ نہیں بلکہ خدا کا مظہر ہے۔ اکبر کی زیارت عبادت تھی اور ہر روز صبح کو وقت ایک گروہ کثیر یہ عبادت بجالاتا تھا دربار میں بادشاہ کا علانیہ سجدہ کیا جاتا تھا شاہجہاں نے سجدہ موقوف کیا۔ لیکن زمین بوس قائم کیا کہ وہ سجدے کی دوسری صورت تھی۔ بادشاہ کے مصارف خورد و نوش، لباس و پوشاک، سیر و سفر سب پر لاکھوں روپئے صرف ہوتے تھے اور سمجھا جاتا تھا کہ دنیا کے احکم الحاکمین کا یہ اصلی حق ہے۔ بادشاہ سے کوئی شخص بجز طریقہ عبودیت کے عرض معروض نہیں کرسکتا تھا۔ غرض آسمان پر کوئی اور خدا ہو تو ہو لیکن دنیا کا خدا بادشاہ ہی ہوتا ہے۔ اسی بنا پر تیمور کہا کرتا تھا کہ جس طرح آسمان پر ایک خدا ہے زمین پر بھی ایک ہی بادشاہ ہونا چاہیئے۔ لیکن یہ طریقہ اسلام کے اصول کے برخلاف تھا اسلام سے

مساوات کا اصول قایم کیا تھا جس کی رو سے بادشاہ رعایا، امیر و غریب شریف و رذیل سب کا ایک درجہ ہے جو طریقہ تیمور کے عہد سے شاہ جہاں تک روز افزوں وسعت حاصل کرتا آیا تھا عالمگیر اس کو سرے سے بدل تو نہیں سکا لیکن نہایت کوشش کی کہ خدایانہ عظمت و جلال کا رنگ سلطنت کے چہرے سے اتر جائے۔

درشن کے طریقے کو بند کیا ۱۶۶۹ء میں درشن کا طریقہ یعنی جو لوگ کہ صبح کو بطور عبادت بادشاہ کا جمال مبارک دیکھنے آتے تھے اور جب تک بار نہیں کرتے تھے کچھ کھاتے پیتے نہ تھے اسکو قطعاً موقوف کر دیا[1]۔

شاعری کے عہدے کی تخفیف دربار میں شعرا مقرر تھے جو بادشاہ کی مدح لکھ کر لاتے تھے اور بادشاہ کو خدا کا ہمسر بناتے تھے ان کی بڑی بڑی تنخواہیں ہوتی تھیں اور ایک شخص سب کا افسر یعنی ملک الشعرا ہوتا تھا۔ اسی سنہ میں عالمگیر نے اس صیغہ کو بھی سرے سے بند کر دیا[2]

نذرانہ کا بند کرنا نوروز کے جشن میں تمام امرا بادشاہ کی خدمت میں بڑی بڑی نذریں پیش کرتے تھے بعض بعض نذروں کی تعداد کروڑ سے متجاوز ہو جاتی تھی جہانگیر ان نذروں کو نہایت تفصیل سے مزہ لیکر لکھتا ہے عالمگیر نے سنہ ۱۲ جلوس مطابق ۱۶۶۹ء میں یہ طریقہ موقوف کر دیا مآثر عالمگیری میں صفحہ ۶۲ بخشی الملک صفی خاں مخاطب شد کہ تا جشن موقوف کردیم پیشکش امیر الامرا واپس دہند و دیگر نوئیان ہم نگذارند

تکلفات سلطنت کا ہٹانا دربار میں جس قدر تکلف اور ساز و سامان کیا جاتا تھا سب بند کر دیا۔ یہاں تک کہ چاندی کی دوات کے بجائے چینی کی دوات کا حکم دیا انعام کی رقمیں چاندی کی سینیوں میں لاتے تھے حکم دیا کہ سپر میں رکھ کر لائیں[3] زربفت وغیرہ کے خلعت بھی موقوف کر دئے دربار میں یہ خلاف ادب سمجھا جاتا تھا کہ کوئی کسی کو سلام کرے اسلئے صرف سر پر ہاتھ رکھ دیتے تھے ۱۶۸۰ء میں عالمگیر نے حکم دیا کہ اس طریقے کے بجائے لوگ معمولاً اسلام علیکم کہا کریں[4]۔ عالمگیر نے مختلف موقعوں پر صاف صاف اپنے طریق عمل سے جتا دیا کہ بادشاہ ایک معمولی آدمی ہے اس کے حقوق

[1] قافی خان صفحہ ۲۱۲ [2] حالات عالمگیری [3] خافی خان [4] مآثر عالمگیری صفحہ ۱۲۲ [5] مآثر عالمگیری

عام لوگوں کے برابر ہیں ۱۶ جلوس مطابق ۱۰۸۳ھ میں عالمگیر بقر عید کی نماز کو جا رہا تھا واپسی میں ایک شخص نے لکڑی پھینک کر ماری جو عالمگیر کے زانو پر آ کر لگی گرز بردار اسکو گرفتار کر کے لائے عالمگیر نے کہا چھوڑ دو۔ سنہ جلوس میں جب وہ جامع مسجد سے واپس آ رہا تھا ایک شخص تلوار علم کئے ہوئے اس طرف سے دوڑا۔ لوگوں نے گرفتار کر لیا اور قتل کر دینا چاہا عالمگیر نے روکا اور آٹھ آنہ یومیہ اس کا روزینہ مقرر کر دیا (مآثر عالمگیری) یہ واقعہ کسی اور بادشاہ کے ساتھ پیش آتا تو مجرم کے ٹکڑے اڑا دیے گئے ہوتے

جیب خاص کے مصارف کا کم کرنا سلاطین سابق کے زمانہ میں بادشاہ کی جیب خرچ کے لئے کروروں روپے آمدنی کے علاقے مخصوص ہوتے تھے جن سے بادشاہ کے مصارف ادا ہوتے تھے۔ عالمگیر نے چند گاؤں اور چند نمک سار اپنے مصارف کے لیے مخصوص کر لیے تھے باقی کو بیت المال قرار دیا۔ اسکی زندگی بالکل سادی اور زاہدانہ تھی ٹورنیر نے اسکو ۱۶۶۵ء میں دیکھا تھا وہ لکھتا ہے۔

نحیف و نزار ہو گیا تھا اور اس لاغری میں اسکی روزہ داری نے اور اضافہ کر دیا تھا۔

لین پول صاحب لکھتے ہیں:۔ اورنگزیب فرصت کے وقت کلاہیں بنایا کرتا تھا " کلاہوں کا بنانا یقینی ہو یا نہیں لیکن اس قدر یقینی ہے کہ عالمگیر خود اپنے ہاتھ کی محنت سے اپنی خوراک بہم پہنچاتا تھا اور یہ سب باتیں اسی طرز عمل کے مٹانے کے لئے تھیں جس سے بادشاہ کا درجہ خدا کے قریب قایم کیا گیا۔ (۱۰) عالمگیر نے تعلیم اور درس و تدریس کو جس قدر ترقی دی تھی۔ ہندوستان میں کبھی کسی عہد میں تعلیمات کی ترقی نہیں ہوئی تھی ہر ہر شہر اور قصبہ میں تمام علما اور فضلا کے وظائف اور روزانے مقرر تھے جس کی وجہ سے مطمئن ہو کر تعلیم و تعلم میں مشغول رہتے تھے اس کے ساتھ ہر جگہ طالب علموں کے لئے وظائف مقرر تھے مآثر عالمگیری میں ہے:۔

در جمیع بلاد و لعمارت ایں کشور وسیع فضلا و مدرسان را بہ وظائف لائقہ از روزنات و املاک نوازش ساختہ برائے طلبۂ علم۔ وجہ معیشت در خور حالت و استعداد مقرر فرمودہ اند صفحہ ۵۲۹

(۱) مآثر عالمگیری صفحہ ۹۲۵-

ندوة العلماء کی نمائش علمی میں جو بنارس میں قائم ہوئی تھی ہم نے کثرت سے سلاطین تیموریہ کے عہد کے فرامین بہم پہنچائے تھے۔ ان میں دو ثلث سے زیادہ عالمگیر کے فرامین تھے اور یہ کل فرامین کسی عالم۔ یا درویش کی جاگیر یا مدد معاش کے متعلق تھے اہل علم کے وظائف کے لئے جو فرمان ہم کو ہاتھ آتا تھا عموماً عالمگیر کے دربار کا ہوتا تھا۔ تمام ملک میں سرائیں۔ کاروانسرا مسافر خانے بنوائے اور اکثر اضلاع میں غلہ خانے قائم کئے کہ قحط کے وقت غربا کو مفت غلہ تقسیم کیا جائے

مذہبی حیثیت عالمگیر کو اگرچہ خلافت کا دعوےٰ نہ تھا تاہم وہ مسلمان بادشاہ تھا اور اس کا فرض تھا کہ وہ حکومت میں اس قدر اسلامی شان باقی رکھے جس قدر ایک اسلامی حکومت کے لئے اصل عنصر کے لحاظ سے ضروری ہے اکبر نے جس رنگ میں سلطنت کو رنگنا شروع کیا تھا اور جس کی یادگاریں شاہجہاں کے زمانہ تک بھی باقی تھیں وہ اگر قائم رہتا تو تیموری سلطنت ایک ہندو دین چکی تھی۔ اسلامی شعار بالکل ہٹ گئے تھے عام دربار کا لباس گھیردار پاجامہ اور ہندوانی پگڑی تھی۔ راجاؤں کی طرح سلاطین زیور پہنتے تھے۔

دربار میں سلام وغیرہ کے بجائے سجدہ ماتھا ٹیکی رائج تھی یہ بے غیرتی اس قدر بڑھی کہ بے غیرت مسلمانوں نے ہندوؤں کو لڑکیاں دینی شروع کیں۔ چنانچہ اس کی تفصیل ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ عالمگیر نے عنان سلطنت ہاتھ میں لی تو اس کا یہ فرض تھا کہ اسلامی شعار دوبارہ قائم کرے

تبدیل سنہ اس نے سب سے پہلے ۱۰۶۹ء میں یعنی تاریخ جلوس کے ایک ہی برس کے بعد سنہ شمسی کو جو پارسیوں کی تقلید سے قائم کیا گیا تھا قمری سے بدل دیا اگرچہ بظاہر ایک معمولی سی بات ہے۔ لیکن اسی قسم کی معمولی باتوں سے دنیا میں سینکڑوں قومیں بنیں اور فنا ہو گئیں

درشن کا طریقہ درشن کا طریقہ بالکل اہل اسلام کے مخالف تھا۔ اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس نے انسان کو ہمیشہ انسان کے درجہ پر رکھا کبھی کسی انسان کی پرستش اور عبادت کی اجازت نہیں دی۔ لیکن درشن کا طریقہ صریح ایک قسم کی عبادت تھی۔ چنانچہ عالمگیر نے ۱۰۷۹ھ میں اسکو سرے سے بند کر دیا۔

سلام علیکم کا طریقہ ۱۰۸ھ؁ میں سلام مسنون کا طریقہ جاری کیا اور حکم دیا کہ عام طور پر مسلمان آپس میں ملتے جلتے وقت یہی طریقہ برتیں۔

گانا بجانا بھی دربار کا ایک لازمہ قرار دیا گیا تھا اور ہر روز ایک وقت معین تک دربار شاہی رقص و سرود کا تماشہ گاہ بن جاتا تھا۔

گانا بجانا بند عالمگیر اگرچہ خود جیسا کہ ماثر عالمگیری میں بالتصریح لکھا ہے فن موسیقی کا ماہر تھا لیکن فرائض کے ساتھ گانا چونکہ شرعاً ممنوع ہے اور دربار شاہی کے بالکل برخلاف ہی۔ عالمگیر نے اس صیغہ کو بھی بند کردیا لوگوں نے اس پر ایک مصنوعی جنازہ نکالا۔ عالمگیر نے دیکھ کر کہا ہاں مگر ایسا دفن کرنا کہ پھر نہ اٹھے۔

احتساب احتساب کا مستقل محکمہ قایم کیا اور اضلاع میں محتسب مقرر کیے جن کا کام یہ تھا کہ لوگوں کو منہیات اور بدعات سے باز رکھتے تھے اس محکمہ کے افسر ملا وجیہ الدین تھے۔

مساجد کا انتظام تمام ممالک میں جس قدر مسجدیں تھیں سب میں امام، موذن، خطیب مقرر کیے جن کی تنخواہیں سرکاری خزانہ سے ملتی تھیں۔[1]

فتاوی عالمگیری سب سے مقدم کام یہ تھا کہ شرعی مقدمات کے فیصلہ کے لیے کوئی ایسی جامع و مانع کتاب فقہ کی موجود نہ تھی جس میں تمام مفتی بہ مسائل جمع کردیے گئے ہوں اور جن سے ہر شخص آسانی مسائل کا استخراج کر سکے عالمگیر نے تمام علماء و فضلاء کو جمع کر کے تصنیف کا ایک مستقل محکمہ قائم کیا جس کے افسر ملا نظام تھے اس کام کے لیے شاہی کتب خانہ جس میں بیشمار کتابیں فراہم تھیں وقف کردی گئیں کئی برس لگاتار محنت کے بعد وہ کتاب طیار ہوئی جو آج عالمگیری کے نام سے مشہور ہے اور عرب و روم میں فتاوے ہندیہ کہلاتی ہے باوجود اس کے علما کی تنخواہیں کچھ بہت زیادہ نہ تھیں چنانچہ ہم نے ماثر الامرا میں کسی کا روزینہ تین روپیہ سے زیادہ نہیں دیکھا ہے۔ تاہم دو لاکھ روپیہ صرف ہو گئے۔ اس کتاب کا یہ خاص امتیازی وصف ہے کہ جو مسائل

---

[1] ماثر عالمگیری صفحہ ۵۲۹۔ ۱۲

تمام کتب فقہ میں پیچیدہ الفاظ میں پائے جاتے ہیں۔ ان کو اس قدر آسان کر کے لکھا ہے کہ ایک بچہ تک سمجھ سکتا ہے۔

تعلیم و دینیات فقہ اور حدیث کی تعلیم کو نہایت رواج دیا۔ ایک ایک قصبہ میں مذہبی علماء علوم مذہبی کی درس و تدریس میں مشغول تھے اور ان کو سرکار کی طرف سے وظیفہ ملتے تھے خود بھی اوامر و نواہی کا نہایت پابند تھا عیش و نشاط کی مجالس میں کبھی شریک نہیں ہوا[1] ایک عجیب بات یہ ہے کہ باوجود اس دینداری اور مذہبی وارفتگی کے وہ ظاہر پرست اور سریع الاعتقاد نہ تھا اس کی دینداری دیکھ کر شریف مکہ نے کئی دفعہ اپنے سفیر بھیجے اس پر عالمگیر ایک رقعہ میں لکھتا ہے

شریف مکہ معظمہ در ہندوستان دولت بسیار شنیدہ ہر سال برائے طلب نفع خود ایلچی می فرستد ایں پیلقان کہ می فرستیم برائے مستحقین ست بجہت او فکرے بجا باید نمود کہ باں جماعت برسد و دوست زہے تلف یعنی شریف مکہ اصلاً بآں نرسد۔

ذاتی اوصاف شجاعت و بہادری۔ تیمور کے خون میں سب سے پہلے شجاعت کی گرمی کا اثر ڈھونڈا جاتا ہے۔ عالمگیر اس وراثت کا سب سے بڑا حصہ دار ہے۔ تیمور کی نسل بابر سے شاہجہان تک شجاعت اور بہادری کا مرقع ہے جس میں ایک دوسرے سے ممتاز نہیں نظر آسکتا اکبر مست ہاتھیوں کو عین لڑنے کی حالت میں سونڈ پکڑ کر پیچھے ہٹا دیتا تھا۔ شاہ جہان نے شہزادگی میں تلوار سے شیر مارا ہے لیکن عالمگیر کی شجاعت کے خط و خال اس موقع پر نمایاں تر ہیں وہ جب چودہ برس کا تھا تو ایک موقع پر جب شاہ جہان ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشا دیکھ رہا تھا ایک ہاتھی فوج کی طرف ٹوٹ پڑا اور مطلع صاف تھا۔ لیکن عالمگیر پہاڑ کی طرح اپنی جگہ سے نہ ہلا اور ہاتھی سے معرکہ آرا ہوا ہاتھی نے اس کے گھوڑے کو سونڈ میں پکڑ کر دور پھینک دیا عالمگیر لوٹ پوٹ کر اٹھا اور بڑھ کر ہاتھی پر تلوار ماری۔ اس معرکہ کو تمام مورخین نے تفصیل سے لکھا ہے ابو طالب کلیم ملک الشعراء شاہجہان اس موقع پر موجود تھا اس نے اس واقعہ کو نظم کر دیا ہے۔ چنانچہ چند اشعار ہم اس موقعہ پر نقل

---

[1] مآثر عالمگیری خاتمہ [2] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۲۹ [3] مآثر عالمگیری خاتمہ ۱۲

کرتے ہیں۔

به مهمانی گوش ارباب هوش   یکی قصه دارم به من دار گوش
ز مردم من این نقل نشنیده ام   من از دل شنیدم دل از دیده ام
چو آراید این قصه هنگامه را   شمارند افسانهٔ شهنامه را
صباحی شهنشاه گیتی فروز   شه معدلت گستر ظلم سوز
به ورزش در آمد چو خور بر سپهر   جهان از رخش غرق انوار مهر
خلائق چو بعد از زمین بوس شاه   گرفتند در خورد خود جای گاه
به فیلان جنگی چو نوبت رسید   دران عرصه آمد قیامت پدید
فتادند فیلان جنگی بهم   پی جنگ خرطومها شد علم
و دید از قضا را دو فیل از سبب   یکی سوی شهزاده اورنگ زیب
به مردی ز جا یکسر مو نه شد   ز راه جبین سیل یک سو نه شد
یکی نیزهٔ برق سان یافته   نظر از رگ غیرتش یافته
ز قدرت چنان عضو پیشانیش   که جست از قفا برق رخشانیش
در آن کوه پیکر نهان شد سنان   دگر بار در رفت آهن به کان
ز خرطوم انداخت پیچان کمند   فتاد اسپ شهزاده در پای بند
گرفت اسپ شهزاده بروی سوار   ز بیم آب شد زهرهٔ روزگار
بیفشرد بر اسپ دندان کین   برآمد خروش از زمان و زمین
چو در اسپ سامان جولان ندید   چو شهبازی از خانهٔ زین پرید
بماندم که در خاک پا افشرد   روان دست جرات بشمشیر برد
علم کرده شمشیر روی دوید   کز آن سوی فیل غنیمش رسید
چه مبود پسندید پر دلان   که گیرد یکی را دو تن در میان

زروئے مروت از و دست داشت   بہ یکبارہ پیل علیمش گذاشت

شاہ جہاں یہ ردوبدل خود دیکھ رہا تھا۔ ہاتھی ہٹا تو عالمگیر کو بلا کر سینے سے لپٹا لیا اور اس پر موتی اور روپے نچھاور کیے۔

دارا شکوہ کی جنگ میں وہ ۲۵-۳۰ ہزار سے ایک لاکھ سوار اور بیس ہزار پیدل فوج کے مقابلے میں معرکہ آرا ہوا ہے اور جب گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی تو اس کے ساتھ صرف ایک ہزار آدمی رہ گئے تھے اس وقت اس نے جو شجاعت ظاہر کی ہے اسکو لین پول ان الفاظ میں لکھتا ہے:-

جنگ کی یہ نازک حالت ہو گئی تھی اور قریب تھا کہ اورنگ زیب کو ہزیمت ہو کیونکہ اس کے چیدہ سے چیدہ رسالے پسپا ہو چکے تھے اور وہ تنہا کھڑا ہوا تھا اور مشکل سے ایک ہزار آدمی اس کے گرد ہوں گے اور ان کو بھی دارا کے حملوں کا انتظام نہ تھا اس کی زیادہ مستقل مستانہ شجاعت کی کبھی جانچ نہ ہوئی ہوگی لیکن اورنگ زیب کے بدن میں بجائے پٹھوں کے فولاد کے تار تھے۔ صرف اورنگ زیب کی شجاعت تھی جس نے ایک ہزار کو ایک لاکھ پر فتح دی۔

عالمگیر کی اس جرات انگیز شجاعت اور اس تعجب خیز عزم و ثبات کو کمزوری، مصائب سفر، تواتر حوادث کوئی چیز کم نہ کر سکی۔ سنہ [illegible]ھ (۱۶۹۹ء) میں جب بمقام ستارا مرہٹوں نے ایک سرنگ اڑائی اور فوج میں بربادی پھیلی تو بیاسی برس کا بوڑھا شہنشاہ جھٹ گھوڑے پر چڑھ کر مقام حادثہ پر پہنچا آدمیوں کی لاشوں کا ڈھیر لگ گیا اور چاہتا تھا کہ حملہ کی سرداری خود کرے لیکن بڑی دقت سے اس کو اس ارادے سے باز رکھا گیا۔ ابھی وہ وہی سالار [illegible] تھا جس نے اپنے ہاتھی کے پاؤں میں بیڑیاں ڈلوا دی تھیں۔ یہ لین پول کے الفاظ ہیں۔ خافی خان اس واقعہ کو ان الفاظ میں لکھتا ہے:-

چوں دانستند کہ مبارزان قلعہ کشا حوصلہ باختہ اند خود بدولت بر اسپ سوار شدند

بر سر کار آمدہ فرمودند کہ لاش مردہ ہا را ہم فراہم آوردہ سینہا را سپر تیر بلا ساختہ۔ قدم یورش پیش گذارند چون در مردم اثر صرفِ شنیدن شاہدۂ خود نارسا نمتند خود بذات شریف پیش قدم بہادران جان نثار گردند ارکان سلطنت بہ الحاح و تضرع ازیں جرات مانع آمدند۔

یہ وقت تھا کہ ہزاروں آدمی سرنگ کے اڑنے سے برباد ہو گئے تھے اور فوج نے حملہ کرنے سے بالکل انکار کر دیا۔ عالمگیر کے عزم و ثبات کی تصویریں سینکڑوں رقعوں میں مل سکتی ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ جب وہ شاہزادگی کے زمانے میں بلخ کی مہم پر گیا تھا اور عبدالعزیز خاں سے معرکہ آرا تھا تو عین عالت جنگ میں نماز ظہر کا وقت آگیا۔ دشمن کی فوجیں چاروں طرف سے تیر برسا رہی تھیں۔ یہ استقلال کا دیوتا گھوڑے سے بکمال متانت اترا، صف قائم کی، سکون و اطمینان کے ساتھ فرائض و نوافل ادا کیے۔

عبدالعزیز خاں یہ حیرت انگیز سماں دیکھ کر لڑائی سے ہٹ گیا کہ ایسے شخص سے لڑنا تقدیر سے لڑنا ہے۔[۱]

الفنسٹن صاحب کی زبان سے عالمگیر کی تعریف میں ایک لفظ بھی نکلنا عالمگیر کی قسمت کی یاوری ہے تاہم صاحب موصوف نے عالمگیر کے استقلال کا ایک جدا عنوان قائم کیا ہے جس میں تفصیل سے واقعات لکھے ہیں۔ اور ان پر سخت حیرت ظاہر کی ہے ہم طول کے لحاظ سے قلم انداز کرتے ہیں فوج کے سب سے دلاور سپاہی بارہ کے سادات گنے جاتے تھے اور اس میں شبہ نہیں کہ تیموریوں کو اکثر معرکے انھی سے سر ہوئے ہیں ایک موقع پر ان سب لوگوں نے درباریوں سے خانہ جنگی کی۔ عالمگیر نے حکم دیا کہ قاضی کے محکمہ میں یہ مقدمہ پیش ہو۔ سادات نے کہا کہ ہم اپنا فیصلہ خود کر لیں گے عالمگیر نے استفتوں چپڑا کر کہا کہ جو لوگ میری تلوار کا مزہ چکھ چکے ہیں وہ شریعت کے حکم کے مقابلے میں ایسے الفاظ نکالتے ہیں۔ کہہ دو سید مل کے آئیں یہ کہکر حکم دیا کہ پہرے وغیرہ پر جس

---

[۱] مآثر عالمگیری صفحہ ۵۲۔ ۵۳۔ مآثر عالمگیری صفحہ ۵۲۱۔ ۱۲

اور سادات بارہ بھی سب برطرف کر دئے جائیں۔ سادات کا وہ تمام غرور جاتا رہا

شہزادہ اکبر نے جب بغاوت کی ہے اور ستر ہزار راجپوتوں کو لیکر قریب آگیا تو عالمگیر کے ساتھ صرف ایک ہزار فوج تھی باقی فوجیں نہایت دور دراز مقامات پر تھیں لیکن عالمگیر کی جبین استقلال پر شکن تک نہ پڑی اور بالآخر وہ خود پسپا ہو کر چلا گیا۔

شہزادہ اعظم شاہ جس کی دلیری اور بہادری کا تمام ملک میں سکہ بیٹھا ہوا تھا اس کے ساتھ جو معاملہ گذرا عام طور پر مشہور ہے جس کا یہ اثر تھا کہ اس کے بعد جب عالمگیر کا خط آتا تھا تو شہزادہ کا رنگ زرد پڑجاتا تھا اس قسم کے بیشمار واقعات ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔

عالمگیر تیغ و قلم دونوں کا مالک تھا اس کی انشا پردازی کی داد مخالفوں تک نے دی ہے۔ اسکے رقعہ باوجود اس کے کہ واقعات کا ذخیرہ قصہ طلب جوابوں کا مجموعہ اور جغرافیانہ اطلاعوں کی یادداشت ہیں۔ تاہم ادائے مطلب کی قدرت، عبارت کی سادگی فقروں کی ہمواری۔ مطلب کا اختصار پہلو بہ پہلو چلے۔ دلنشین ترکیبیں نہایت حیرت انگیز ہیں۔ یہاں تک کہ اردو کے سب سے بڑے انشا پرداز مولوی محمد حسین آزاد کو بھی بادل ناخواستہ تعریفی جملے لکھنے پڑے[55]۔

---

[55] مولانا آزاد لکھتے ہیں۔ عالمگیر نے دل معتدل اور زبان قادر البیان پائی تھی اسلئے اپنے فرمان اور خطوط آپ لکھتا تھا یا سامنے لکھواتا تھا۔ کاغذات پر خود حکم چڑھاتا تھا (۵۰) برس سلطنت کر کے ۱۱۱۸ھ میں فوت ہوا ہے۔ اسکی تحریر دیکھ کر تعجب آتا ہے کہ جسطرح اورنگ سلطنت پر قدم رکھتا تھا اسیطرح کشور سخن بھی زیر قلم۔ دیکھو اسکے چھوٹے چھوٹے فقرے ملک رانی کے پیچ میں الجھے ہوئے ہیں مگر عبارت صاف ہے اور لفظ لفظ میں محاورہ کا نمک دیا ہوا ہے تمام انتظامی ہدایتیں اور اکثر اخلاقی نصیحتیں ہیں کہ تاثیر میں ڈوبی ہوئی ہیں اسکی تحریر کو گلستاں سے تشبیہہ دوں تو مضائقہ نہیں۔ اتنا فرق ہوگا کہ گلستاں کے خیالی مضامین ہیں اور اسکی حالی عبارت اسکی صفحے پڑھنے میں سہل ہو ا ہی ہی

عالمگیر کے رقعات سے انشاپردازی کے علاوہ اس کی وسعت معلومات مسائل دینیہ کی اطلاع عام - باخبری - خوش مذاقی اور حسن انتخاب کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

عالمگیر کے عام اخلاق و عادات یہ تھے کہ نہایت سنجیدہ اور متین تھا کبھی نامناسب لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا تھا - نہایت رحیم اور وسیع النظر تھا - اہل کمال کا نہایت قدر دان تھا - لوگوں سے نہایت اخلاق سے پیش آتا تھا - نہایت خشک زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا - لہو و لعب کی باتوں سے قطعاً محترز تھا - تم کو حیرت ہوگی کہ ان کمالات کا شخص اس قدر کامیاب کیوں نہ ہوا جس قدر ہونا چاہیئے تھا اس کی چند وجہیں ہیں۔

(۱) اس کی اولاد نالائق ہوئی - اس کا جانشین بہادر شاہ دوپہر چڑھے دن کو سو کر اٹھتا تھا اس سے اس کے اوصاف کا اندازہ ہو سکتا ہے - (۲) باوجود ان تمام خوبیوں کے عالمگیر میں یہ بڑا عیب تھا کہ وہ اپنی ذاتی شجاعت اور استقلال کی وجہ سے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا اور اس وجہ سے کسی کو وہ اپنا دوست نہیں بنا سکا (۳) مرہٹوں کے تعاقب میں اسنے زیادہ از ضرورت اپنی کوشش صرف کی۔

(۴) مزاج میں نہایت کفایت شعاری تھی - یہ وصف حضرت عمر فاروق کے جانشین کے لئے گو موزوں ہے - لیکن شاہ جہاں کے تخت پر بیٹھنے کے کام نہیں آسکتا تھا - غرض عالمگیر کی جو تصویر اُسکے مخالفوں نے کھینچی ہے اس تو تمام تر تعصب و عداوت کا رنگ بھرا گیا ہے لیکن یہ کہنا بھی بالکل مبالغہ ہے کہ وہ انسانی کمزوریوں سے پاک تھا - باوجود ان تمام خوبیوں کے جو ہمیں بقیں ہم تیموری سلاطین کی فہرست میں وہی درجہ ہمکو دے سکتے ہیں جو اس کو ترتیب شمار کی رو سے حاصل تھا - تاہم عالم اسلامی دنیا میں اس کے بعد آج تک کوئی اسکی برابر کا شخص پیدا نہیں ہوا۔

تمت

مولانا شبلی نعمانی رحمتہ اللہ علیہ کی تالیفات

سفرنامہ روم و مصر و شام۔ مولانا موصوف الصدر جنمیں علاوہ اُن دلچسپ جزئی واقعات کے جن شہر کی عام اجمالی حالت۔ قابل دید مقامات مشہور عمارات۔ سررشتہ تعلیم۔ دار العلوم اور مدارس۔ بورڈنگ ہاؤس اور طلباء کی تربیت۔ تعلیم نسواں مصنفین اور تصنیفات۔ کتب خانے اخبارات اور رسالے۔ مشہور باشاؤں اور ارباب کمال کی ملاقات۔ ترکوں اور عربوں کے اخلاق وعادات کو بتفصیل لکھا ہو۔ آخر میں ان الفاظ مولدہ کی مختصر سی فرہنگ ہی جو آجکل مصر وشام میں مستعمل ہوگئے ہیں اور جن کے نہ جاننے کی وجہ سے لوگ عربی اخبارات سے فائدہ نہیں اٹھاسکتے قیمت ڈیڑھ روپیہ ۱۸ علاوہ محصولڈاک

مثنوی صبح امید۔ یہ کتاب ایک نہایت عمدہ نیچرل نظم امید کی حالت پر لکھی گئی ہی قیمت ۲/

بزم آخر۔ اجڑنے والی دلی شہر کی آخری بہار جنہنے دیکھی۔ اُس کے کلیجہ پر بس سانپ لوٹتا ہی مسلمانوں اور مغل امپائر کا چراغ جس آنکھ نے آخری وقت جھلملاتا دیکھا ہو اور پھر اس کا گل ہونا بھی نظر سے گذرا ہو وہی اصلی رنج والم سے بے ختیاری کے دو آنسو اس پر بہا سکتا ہی۔ منشی فیض الدین صاحب اُن لوگوں میں سے تھے جنہوں نے دہلی کے لال قلعہ کی آخری گھڑیاں دیکھیں اور پھر غدر سنہ ۵۷ کی بربادی بھی آنکھوں کے سامنے سے گذری پس اُن کا کچھ لکھنا اور موثر زبان میں لکھنا ظاہر ہے کہ کس قیامت کا ہوگا۔ بزم آخر ان ہی کی تصنیف ہی جسمیں مغلوں کے آخری دو بادشاہوں یعنی اکبر ثانی اور بہادر شاہ کے ایام کی ہو بہو تصویر دکھائی ہے۔ قلعہ دہلی اور آخری دونوں بادشاہ کی تمام خانگی اور ظاہری زندگی کو اصلی شان سے دکھایا گیا ہے۔ کتاب نہایت دلچسپ اور عبرت خیز ہی ہر شخص اسکے مطالعہ سے لطف داثر حاصل کرسکتا ہی۔ قیمت ایک روپیہ (عہ) علاوہ محصولڈاک

ملنے کا پتہ

منشی قربان علی۔ شاہجہانی پریس۔ کٹڑہ گوکل شاہ زیر جامع مسجد دہلی

کتب متفرقات

حرز حقانی بجواب حربۂ قادیانی منشی احمد حسین صاحب فرید آبادی نے حربۂ قادیانی میں ۵۵ سوالات کئے تھے جنکے مفصل اور مدلل جوابات حرز حقانی میں دیئے گئے ہیں۔ اسکے مصنف مولوی عبد المجید خانصاحب تصوری ہیں۔ آخر میں مولوی صاحب موصوف نے بھی حرز حقانی میں قادیانی جماعت سے ۵۵ سوال کئے ہیں جو صاحب اس قسم کے مذہبی مباحثات میں دلچسپی رکھتے ہیں انکو خصوصاً اور دیگر حضرات کو عموماً حرز حقانی کے مطالعہ سے مفید و معقول معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ قیمت چار آنہ۔ علاوہ محصولڈاک۔

دیوان فضل علی۔ از قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین جناب سید شاہ فضل علی صاحب جھجری نور اللہ مرقدہ۔ اس دیوان میں شاعرانہ نازک خیالی۔ عروض قوافی کی پابندی تو نہیں ہو مگر شاعر نے تصوف اور وحدانیت کا اظہار اپنی زبان میں خوب کیا ہے یہ وہ بزرگ ہیں جنکا عرس ماہ صفر میں بمقام جھجر سالانہ ہوتا ہے۔ قیمت سات آنہ علاوہ محصولڈاک ۵

صد پارۂ دل یعنی تذکرہ مشاہیر عالم مولفہ مولوی عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی جسمیں مندرجہ ذیل سوانح عمریاں درج ہیں۔ خلیفۃ ناصر الدین اللہ۔ ابن بطوطہ۔ زبیر ابن عوام۔ عبد اللہ ابن زبیر بقراط۔ مانی۔ جالینوس۔ سائرین۔ والبصری عز الدین حسین۔ سبا طانی۔ سیبوی۔ حاتم طائی۔ محمد بن تومرت المہدی المغربی۔ جبلہ بن ایہم۔ ابو عثمان سعید بن مسجح۔ دمشق جامع بنی امیہ۔ سب کے جدا جدا تاریخی حالات درج ہیں۔ قیمت حصہ اول سوا روپیہ۔ علاوہ محصولڈاک۔ **ایضاً حصہ دوم** اسمیں حسب ذیل سوانح عمریاں درج ہیں۔ ابو الاسود دولی۔ احمد بن طولون۔ عمرو بن معدی کرب۔ سیدی نابغہ زبیانی۔ ابو الضحاک۔ ممسونہ۔ ابن فراقر شلمغانی۔ الحکم المستنصر۔ محمد ابو عبد اللہ ازرقی۔ مغیرہ بن غیرہ حجاج۔ دمشقی مہدس۔ مسجد قصی۔ سکندر اعظم قیمت سوا روپیہ۔ علاوہ محصولڈاک۔

بزم آخر قلعہ دہلی اور آخری بادشاہ دہلی کی تمام خانگی اور ظاہری زندگی کو اصلی شان سے دکھایا گیا ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔ علاوہ محصول۔

ملنے کا پتہ:۔ منشی قربان علی۔ شاہجہانی پریس۔ کوچہ گوکل شاہ دہلی